DAT A ENTERED

ایامِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم

مؤلف

ڈاکٹر نعیم احمد

شعبہ فلسفہ پنجاب یونیورسٹی لاہور

اوطاس کی طرف روانہ فرمایا۔ وہاں ایک بار پھر جنگ شروع ہوگئی۔ ابو عامرؓ اشعری دُرَید کے بیٹے سلمہ کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ سلمہ نے مسلمانوں کا جھنڈا اٹھا لیا۔ لیکن ابو موسیٰ اشعری نے آگے بڑھ کر وار کیا اور سلمہ کو قتل کر دیا۔ اب اسلامی پرچم انکے قبضے میں تھا۔ کچھ دیر جنگ جاری رہی، لیکن بالآخر مسلمانوں نے مشرکین پر غلبہ پالیا۔

میدانِ اوطاس سے مسلمانوں کے ہاتھ ثقیف کے چھ ہزار بچے اور عورتیں، چوبیس ہزر اونٹ، چالیس ہزار بکریاں اور چالیس ہزار اوقیہ چاندی لگی۔ قیدی عورتوں میں شیما بنت حارث بھی تھی۔ یہ رسول اللہ ﷺ کی رضاعی بہن تھی۔ اس نے رسول اللہ ﷺ کو اپنی شناخت کرائی۔ آپ ﷺ نے اسکی بڑی عزت کی اور کچھ بکریاں اور اونٹ دے کر جہاں وہ جانا چاہتی تھی اسے وہاں بھجوادیا۔ تمام حاصل شدہ اموال وغنائم آپ ﷺ نے جعرانہ کے مقام پر روانہ فرمادیئے اور انکی حفاظت کی غرض سے وہاں ایک دستہ متعین کر دیا۔

(۵) محاصرۂ طائف:

آپ ﷺ نے حضرت خالدؓ بن ولید کی قیادت میں ایک ہزار مجاہدین کا ہراول دستہ طائف کی طرف روانہ کیا اور بعدازاں خود بھی طائف کی طرف چل پڑے۔ آپ ﷺ نخلہ، یمانیہ، قرن اور ملیح کی منازل سے ہوتے ہوئے لیّہ کے مقام ''کرۃ الرّغا'' تک پہنچے۔ یہاں آپ ﷺ نے ایک مسجد تعمیر کروائی اور اس میں نمازیں ادا کیں۔ یہیں آپ ﷺ نے قبیلہ بدیل کے ایک شخص کے قتل کا حکم جاری کیا جو کہ قبیلہ لیث کے ایک آدمی کے قتل کے سلسلے میں ماخوذ تھا۔ لیّہ میں مالک بن عوف کا ایک قلعہ تھا جسے آپ ﷺ نے منہدم کروادیا۔ پھر آپ ﷺ نے ضیقہ نامی راستے پر سفر شروع کیا۔ آپ ﷺ نے اس کا نام پوچھا تو آپ ﷺ کو بتایا گیا کہ اسے ضیقہ یعنی ''تنگ'' کہا جاتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''بَل هِيَ اليُسر یٰ'' یعنی یہ تنگ نہیں بلکہ آسان ہے۔ پھر آپ ﷺ نخب سے

Marfat.com

ہوتے ہوئے طائف آ پہنچے(7)۔

پہلے نبی ﷺ نے طائف کی فصیل کے قریب قیام فرمایا۔لیکن جب اہل طائف کی تیراندازی سے آپ ﷺ کے چند رفقاء شہید ہو گئے تو آپ ﷺ کچھ دور ہٹ گئے تا کہ فصیل سے برسنے والے تیروں سے محفوظ رہا جا سکے۔اس مقام پر بعد ازاں ایک مسجد تعمیر کر دی گئی جو آج بھی موجود ہے۔

جب محاصرہ طول پکڑ گیا اور اہلِ طائف کی مزاحمت میں کوئی کمی واقع نہ ہوئی تو آپ ﷺ نے منجنیقوں سے پتھر برسانے کا حکم دیا۔مجاہدین نے یہ کوشش بھی کی کہ دبابوں کے ذریعے سے فصیل تک پہنچ کر اس میں شگاف کر دیں۔لیکن اوپر سے مشرکین نے لوہے کی گرم سلاخیں پھینکیں جن سے دبابوں پر منڈھا ہوا چمڑہ جل گیا اور مسلمانوں کو پسپا ہونا پڑا۔رسول اللہ ﷺ کے حکم پر اہلِ طائف کے انگور اور دیگر پھلوں کے باغات کاٹ دیئے گئے۔اہلِ طائف کے پاس شہر کے اندر کھانے پینے کا وافر ذخیرہ موجود تھا اور وہ طویل عرصے تک محاصرے کی سختی برداشت کر سکتے تھے۔

انہی دنوں رسول اللہ ﷺ نے رویا میں دیکھا کہ آپ ﷺ کو مکھن کا ایک بھرا ہوا پیالہ پیش کیا گیا ہے۔لیکن اچانک ایک مرغ نے اس میں چونچ ماردی جس سے پیالہ ٹیڑھا ہو گیا اور سارا مکھن بہہ گیا۔آپ ﷺ نے یہ خواب حضرت ابو بکرؓ کو سنایا تو انہوں نے کہا: ''یا رسول اللہ ﷺ! اس مرتبہ آپ ﷺ جنگ میں ثقیف سے جو چاہتے ہیں، وہ شاید حاصل نہ ہو!'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں بھی یہی سمجھتا ہوں!''

پھر آپ ﷺ نے محاصرۂ طائف کے بارے میں صحابہ سے مشورہ کیا۔نوفل بن معاویہ نے کہا: ''اگر محاصرہ جاری رکھا جائے تو بالآخر ہم ان پر غلبہ پالیں گے، لیکن اگر محاصرہ اٹھالیا جائے تو بھی اس میں ہمارا کوئی نقصان نہیں!'' حضور ﷺ نے اس رائے کو

پسند فرمایا۔ چنانچہ محاصرہ اٹھالیا گیا۔ کسی نے حضور ﷺ سے کہا کہ اہل طائف کے لیئے بددعا کریں۔ لیکن آپ ﷺ نے دعا فرمائی: ''اَللّٰھُمَّ اھدِ ثقیف وأتِ بھم!'' اے اللہ ثقیف کو ہدایت دے اور انہیں توفیق دے کہ وہ ہمارے پاس حاضر ہو جائیں۔ حضور ﷺ کی یہ دعا قبول ہوئی اور بعد ازاں ثقیف حضور ﷺ کے پاس آئے اور مشرف باسلام ہوئے۔ ان کے کارنامے تاریخ اسلام میں قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ عظیم جرنیل محمد بن قاسم کا تعلق بھی ثقیف سے ہی تھا۔ معرکۂ حنین اور محاصرۂ طائف کے دوران تقریباً سترہ مسلمان شہید ہوئے۔

(۶) اموال وغنائم کی تقسیم:

رسول اللہ ﷺ طائف سے محاصرہ اٹھانے کے بعد جعرانہ میں تشریف لائے اور کئی روز تک یہاں قیام پذیر رہے۔ لیکن آپ ﷺ نے مالِ غنیمت تقسیم نہ فرمایا۔ دراصل آپ ﷺ انتظار کر رہے تھے کہ شاید بنو ہوازن مفاہمت کی راہ پر آجائیں اور انکی آمد پر انکے اموال انہیں لوٹا دیئے جائیں۔ اشرافِ مکہ اور نومسلم بے تابی سے تقسیم غنائم کے منتظر تھے۔ اس لیئے نبی ﷺ نے ہوازن کا مزید انتظار نہ کیا اور غنائم تقسیم فرما دیئے۔

کل اموال وغنائم کے پانچ حصے کیئے گئے۔ چار حصے فوجیوں کیلئے مختص کیئے گئے اور ایک حصہ خُمس کے طور پر رکھا گیا۔ اس فتح میں تقسیم غنائم کے پرانے قاعدے میں ترمیم کر دی گئی جس کی رو سے سوار کو دو حصے اور پیدل کو ایک حصہ ملنا تھا۔ اب سواروں کو تین گنا حصہ دیا گیا۔ اسطرح ہر سوار کو بارہ اونٹ اور ایک سو بیس بکریاں ملیں (8)۔

مکے کے وہ اشراف جنہیں اسلام قبول کیئے زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا، انہیں مولفۃ القلوب کے طور پر نہایت فیاضانہ طریقے سے نوازا گیا۔ ابوسفیان کو تین سو اونٹ اور

Marfat.com

ایک سو بیس اوقیہ چاندی ملی۔ حکیم بن حزام کو دو سو اونٹ ملے۔ اسی طرح نضیر بن حارث، صفوان بن امیہ، قیس بن عدی، سہیل بن عمر، حویطب بن عبدالعزیٰ وغیرہ کو سو سو اونٹ ملے۔

دراصل رسول اللہ ﷺ کے نزدیک ایک وسیع تر مقصد تھا۔ آپ ﷺ چاہتے تھے مکہ کے ان مقتدر لوگوں اور عام بدویوں کے مفادات اسلامی ریاست سے پوری طرح وابستہ ہو جائیں جن کی زندگیوں کا مرکز و محور ہی دولت تھا۔ لہذا آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر میرے پاس تہامہ کے درختوں کی تعداد کے برابر بھی جانور ہوں تو میں انہیں تم سب میں تقسیم کر دونگا۔ پھر آپ ﷺ نے اپنے اونٹ کے کچھ بال چٹکی میں لے کر اکھاڑے اور لوگوں کو دکھاتے ہوئے فرمایا: ''لوگو! واللہ! میرے لیئے تمہارے مالِ فے میں سے کچھ بھی نہیں۔ حتیٰ کہ اتنے بال بھی نہیں۔ صرف خمس ہے اور میں وہ بھی تم پر ہی لوٹا رہا ہوں۔''

اہلِ مکہ اور نو مسلموں کو نہایت فیاضی سے نوازنے کی وجہ سے انصار میں احساسِ محرومی پیدا ہو گیا۔ ان میں سے بعض نے رسول اللہ ﷺ کی اس تقسیم کو غیر منصفانہ قرار دیا اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ یہاں آ کر اپنی قوم سے مل گئے ہیں۔ انصار کی چہ میگوئیوں کی اطلاع رسول اللہ ﷺ کو بھی ہو گئی۔ آپ ﷺ نے انصار کو طلب فرمایا۔ ایک چرمی خیمہ نصب کیا گیا جس میں انصار کا اجتماع ہوا۔ آپ ﷺ نے انصار سے مخاطب ہو کر پوچھا:

''اے گروہِ انصار! یہ کیا چہ میگوئیاں ہیں جو مجھ تک پہنچ رہی ہیں؟ اور تمہارے دلوں میں یہ غم و غصہ کیسا ہے جو تم نے مجھ پر کیا ہے؟ کیا میں تمہارے پاس اس حالت میں نہیں آیا تھا کہ تم گمراہ تھے، پھر اللہ نے تمہیں ہدایت دی؟ تم محتاج و قلاش تھے، پھر اللہ نے تمہیں مستغنی اور مالدار کر دیا؟ باہم ایکدوسرے کے دشمن تھے، پھر اللہ نے تمہارے دلوں کو جوڑ دیا؟''

Marfat.com

انصار نے کہا:

''بَلیٰ اللّٰہ ورَسوُلَہ اَمَنّ وَاَفضَلَ ''یعنی بے شک اللہ اور اسکے رسول کا احسان اور فضل وکرم سب سے بڑھ کر ہے!

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اَلَا تَجیبوُ ننیُ یاَمعُشَر اُلاَنصاَر ؟''اے گروہِ انصار! کیا تم مجھے جواب نہ دو گے؟

انصار نے کہا:

''بِماَ ذَا نُجِیبُکَ یاَرَسوُل اللّٰہ؟ لِلّٰہ ولِرَسوُلہِ الُمنّ والُفَضل!''

یعنی یارسول اللہ ﷺ! ہم آپ ﷺ کو کیا جواب دیں گے؟ اللہ اور اسکے رسول کا ہی احسان اور فضل ہے! اسپر آپ ﷺ نے بات کا رخ بدل دیا اور فرمایا:

''نہیں خدا کی قسم تم چاہتے تو جواب دیتے۔ پھر تم اپنی بات میں بالکل سچے ہوتے اور تمہاری سچائی کو مانا بھی جاتا۔ (تم کہہ سکتے تھے) کہ تو ہمارے پاس اسی حالت میں آیا کہ لوگوں نے تمہیں جھٹلایا تھا۔ ہم نے تمہاری تصدیق کی۔ لوگوں نے تمہیں بے یارومددگار چھوڑ دیا تھا، ہم نے تیری مدد کی۔ گروہِ انصار! تم دنیا کی حقیر شے کیلئے غمگین ورنجیدہ ہو گئے۔ اس سے میں نے کچھ لوگوں کی دلداری کرنا چاہی ہے تا کہ وہ اسلام لے آئیں۔ جب کہ میں نے تمہیں تمہارے اسلام کے سپرد کر دیا ہے۔ گروہِ انصار! کیا تم اس بات سے خوش نہیں کہ لوگ اونٹ بکریاں لے جائیں اور تم اپنے کجاووں میں اللہ کے رسول کو لوٹا کر لے جاؤ؟ پھر قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہء قدرت میں محمد کی جان ہے کہ اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں انصار ہی کا ایک فرد ہوتا۔ اور اگر

Marfat.com

لوگ ایک گھاٹی میں اور انصار دوسری گھاٹی میں چلتے تو میں انصار کی گھاٹی میں چلتا۔اے خدا! انصار پر ان کی اولاد پر اور انکی اولاد کی اولاد پر رحم فرما!''

بقول ابوسعید خدری انصار رسولؐ اللہ کا یہ خطاب سن کر اس قدر روئے کہ ان کی داڑھیاں آنسوؤں سے بھیگ گئیں اور انہوں نے کہا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے جو تقسیم فرمائی ہے ہم اس پر راضی ہیں۔

(۷) ہوازن کا وفد:

قیام جعرانہ کے ابتدائی دنوں میں آپ ﷺ کو ہوازن کے جن لوگوں کا انتظار تھا کہ وہ اپنے جنگی قیدیوں کی رہائی کے سلسلے میں آئیں گے، وہ پہنچ گئے۔ان کی ایک شاخ سے حضور ﷺ کی رضائی والدہ حلیمہ سعدیہ بھی جنگی قیدیوں میں شامل تھیں۔ہوازن کے سردار نے بتایا کہ رضاعیت کے حوالے سے آپ ﷺ کی پھوپھیاں اور خالائیں بھی قید میں ہیں۔اس نے ان کی رہائی کی درخواست کی۔حضور ﷺ نے فرمایا کہ خاندان عبدالمطلب کا حصہ تو میں چھوڑ سکتا ہوں لیکن عام رہائی کیلیئے تمہیں چاہئے کہ نماز کے بعد آؤ اور اسکی درخواست پیش کرو!

نماز کے بعد ہوازن کے نمائندے پیش ہوئے اور اپنے قیدیوں کی رہائی کیلیئے استدعا کی۔حضور ﷺ نے فرمایا ''میں اپنے خاندان کی طرف سے قیدیوں کو رہا کرتا ہوں اور عام مسلمانوں سے یہ سفارش کرتا ہوں کہ وہ بھی اپنے حصے کے اسیران جنگ کو چھوڑ دیں''۔

آپ ﷺ کی خواہش کے مطابق تمام انصار و مہاجرین نے اپنے حصے کے قیدی چھوڑ دیئے۔

(۸) عُمرہ اور واپسی:

اموال وغنائم کی تقسیم سے فارغ ہوکر آپؐ نے مقام جعرانہ سے ہی احرام باندھا اور عمرے کیلئے روانہ ہوگئے۔ مکہ میں عمرہ کی ادائیگی کے بعد آپؐ نے عتاب بن اسید کو امیر مکہ نامزد کیا اور ۲۴ ذیقعدہ ۸ھ کو مدینہ کی طرف روانہ ہوگئے۔

(۹) یوم حنین اور محاصرۂ طائف پر ایک نظر:

(۱) جب مسلمان مجاہدین بنو ہوازن اور ثقیف سے جنگ کے لئے روانہ ہوئے تو انکی مجموعی تعداد بارہ ہزار تھی۔ اس کثرت نے انہیں غرور میں مبتلا کر دیا تھا۔ چنانچہ ان میں سے بعض نے کہا: ''آج ہم پر کون فتح پا سکتا ہے؟'' یہ تفاخر نہ اللہ کو پسند آیا اور نہ اس کے رسول ﷺ کو! اللہ کی طرف سے انکے اس رویہ پر تنبیہ ضروری تھی کیونکہ اگر یہ رویہ مسلمانوں میں راسخ ہوجاتا تو وہ بتدریج تائید ایزدی کی طرف سے بے نیاز ہوکر دنیاوی سہاروں اور مادّی سروسامان پر انحصار کرنے کے عادی بن سکتے تھے۔ سچے مسلمان کی حیثیت سے انکا ایک رویہ وہ تھا جب جنگِ خندق میں انہوں نے دشمن کی ٹڈی دل افواج دیکھیں تھیں تو پکار اٹھے تھے کہ اس کا تو اللہ نے ہم سے وعدہ کیا تھا۔ یعنی انہوں نے آزمائش کی گھڑی کو پہچان لیا تھا۔ وہ اللہ کی نصرت پر پورا یقین رکھتے تھے اور اپنی قلت کے باوجود اپنی حفاظت کے بارے میں مطمئن تھے۔ لیکن اب وہ اللہ کی مدد کی بجائے اپنی کثرت پر ناز کرنے لگے تھے۔ لہذا پہلے ہی ہلّے میں ان کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ منہ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ قرآن حکیم میں جس طرح اس واقعہ کا ذکر آیا ہے، اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ ان کے لیئے یہ ٹھوکر ضروری تھی تاکہ ان میں غلط رویہ جڑیں نہ پکڑ سکے۔

(۲) مقدمۃ الجیش میں نومسلموں کو نہیں رکھنا چاہیئے تھا۔ تنگ وادی میں

Marfat.com

انکے الٹے پھرنے سے سارے اسلامی لشکر میں افراتفری پھیل گئی۔ان کی جگہ اگر آزمودہ فوجی ہوتے تو ادھرادھر پتھروں کی آڑ لے کر مقابلے پر ڈٹ جاتے۔

(۳) اس غزوہ میں ابتداء میں ہی وہ صورتِ حال پیدا ہوگئی تھی جو غزوۂ احد میں پیدا ہوئی تھی۔افراتفری اور بدحواسی میں مجاہدین بکھر گئے تھے اور رسول اللہ ﷺ تنہا رہ گئے تھے۔لیکن احد میں بھی آپ ﷺ نے کمال عزیمت اور استقامت کا مظاہرہ کیا تھا اور اس جنگ میں بھی آپ ﷺ نے عزم واستقلال کا دامن نہیں چھوڑا اور منتشر ہوتی ہوئی طاقت کو پھر مجتمع کرلیا۔بحران کا ایسا لمحہ دراصل بڑی شخصیت کیلئے آزمائش کا لمحہ ہوتا ہے۔ اگر راہنما اس نازک لمحے کو اپنی گرفت میں لے لے تو حالات کو قابو میں کر لیتا ہے۔تاریخ میں کئی بڑی شخصیتوں پر ایسے لمحے آئے۔لیکن رسول اللہ ﷺ نے جس طرح اس گریز پا لمحے کو اپنی گرفت میں لیا، اسکی مثال نہیں ملتی۔آپ ﷺ کی زبان سے جو الفاظ ادا ہوئے وہ یہ تھے: ''میں اللہ کا نبی ہوں اور یہ جھوٹ نہیں ہے! میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں!'' یہ الفاظ سنتے ہی مسلمانوں کو گویا وہ سبق یاد آ گیا جو اس سنگین افتاد نے اضطراری طور پر ان کے ذہنوں سے محو کر دیا تھا، یعنی جینا اور مرنا تو بس اللہ اور اسکے رسول ﷺ کے لیئے ہی ہے!

(۴) محاصرۂ طائف کو منطقی نتیجہ تک پہنچائے بغیر ترک کر دینے سے ابتداءً کئی مجاہدین کو جذباتی جھٹکا لگا۔لیکن وقت نے ثابت کر دیا کہ اس میں مسلمانوں کا کچھ نقصان نہ تھا۔آپ ﷺ نے یہ بہتر سمجھا کہ بجائے وہاں وقت ضائع کرنے کے دیگر اہم امور کی طرف توجہ دیں۔اہل طائف اب مسلمانوں کیلئے خطرہ نہیں بن سکتے تھے۔انہیں جلد یا بدیر اسلام کی طرف رجوع کرنا ہی تھا۔حضور ﷺ سے جب یہ کہا گیا کہ آپ ﷺ ان کے لیئے بددعا کریں تو آپ ﷺ نے ان کے لیے ہدایت کی دعا فرمائی۔اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضور ﷺ کے پیشِ نظر ان سے انتقام لینا نہیں تھا بلکہ انہیں راہِ راست پر لانا تھا۔

Marfat.com

(۵) اموال وغنائم کی تقسیم بھی نبی ﷺ کی بالغ نظری اور معاملہ فہمی کا بیّن ثبوت ہے۔ تاجر پیشہ اہلِ مکہ کو جن کی زندگیاں عرصہ دراز سے مالی مفادات کے گرد گھومتی رہی تھیں، اموال وغنائم سے فیاضانہ طور پر نواز کر آپ ﷺ نے انہیں مستقلاً اسلامی ریاست سے جوڑ دیا۔ اس پر انصار کا احساسِ محرومی فطری ردِّ عمل تھا۔ لیکن آپ ﷺ نے ان کو جس طرح یہ احساس دلایا کہ وہ تو دین ودنیا کے سرچشمہ خیر وبرکت کو اپنے ساتھ لیئے جا رہیں، وہ بھی تاریخ میں ایک عدیم المثال واقعہ ہے، ورنہ اس قسم کی صورتِ حال میں رنجیدہ اور شاکی گروہوں میں یوں تفرقہ پڑتا ہے کہ پوری تحریک ہی ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جاتی ہے۔

اس سال حضرت ماریہؓ قبطیہ کے بطن سے حضور ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم تولد ہوئے۔ اور اسی سال آپ ﷺ کی صاحبزادی اور ابو العاصؓ کی زوجہ سیدہ زینبؓ فوت ہو گئیں۔

O

Marfat.com

تیسواں باب

۹ھ کے اہم واقعات

فتحِ مکہ کے بعد نبی ﷺ مدینہ تشریف لے آئے۔اب پورے عرب میں کوئی طاقت ایسی نہ تھی جو مسلمانوں کے مقابل آنے کی ہمت کرسکتی۔ تطہیرِ کعبہ کے ساتھ ہی بت پرستی زوال پذیر ہوگئی تھی اور اصل دین ابراہیمی فروغ پانے لگا تھا۔رسول اللہ ﷺ جہاں کہیں کفر وشرک کے آثار پاتے انہیں فرو کرنے کا اہتمام فرماتے۔نزدیک ودور سے قبائلی وفود قبولِ اسلام کے لیئے مدینہ آنے لگے۔اطمینان وفراغت کے ان دنوں میں رسول اللہ ﷺ نے تندہی سے اسلام کی تبلیغ واشاعت کا کام شروع کر دیا۔امورِ مملکت اب کافی پھیل گئے تھے۔اس لیئے آپ ﷺ کو ریاست کے انتظام وانصرام کیلیئے بھی وقت نکالنا پڑتا۔ چنانچہ اس تیسرے اور آخری دور میں جو فتح مکہ کے بعد شروع ہوتا ہے، نبی ﷺ کی مصروفیات دو طرح کی دکھائی دیتی ہیں۔ایک انتظامی وتبلیغی اور دوسرے فوجی وتادیبی۔اوّل الذکر امور میں آپ ﷺ نے تعلیم وتربیت کے علاوہ وصولی زکوٰۃ پر خصوصی توجہ دی۔موخرالذکر میں آپ ﷺ نے ان اطراف میں جہاں سے شورش یا سرکشی کی اطلاعات ملتی تھیں،فوجی مہمات یا سرایا روانہ فرمائے۔

(۱) وصولیٔ زکوٰۃ:

۹ھ کے آغاز میں ہی آپ ﷺ نے زکوٰۃ کی وصولی کیلیئے مختلف صحابہ کو روانہ فرمانا شروع کر دیا تھا۔مندرجہ ذیل فہرست سے زکوٰۃ کی وصولی اور اسلامی ریاست کے

Marfat.com

معاشی نظام کا اندازہ ہوتا ہے۔

وصولیٔ زکوٰۃ کے مجاز افسر	وہ قبیلے جن سے زکوٰۃ لینا تھی
(۱) عیینہ بن حصن	بنوتمیم
(۲) یزید بن الحصین	اسلم اور غفار
(۳) عباد بن بشیر اشہلی	سلیم اور مزینہ
(۴) رافع بن مکیث	جہینہ
(۵) عمرو بن العاص	بنوفزارہ
(۶) ضحاک بن سفیان	بنوکلاب
(۷) بشیر بن سفیان	بنوکعب
(۸) ابن اللُّتبیہ ازدی	بنوذبیان
(۹) مہاجر بن امیہ	صنعاء
(۱۰) زیاد بن لبید	حضرموت
(۱۱) عدی بن حاتم	طے اور بنواسد
(۱۲) مالک بن نُویرہ	بنوحنظلہ
(۱۳) زبرقان بن بدر	بنوسعد (ایک شاخ)
(۱۴) قیس بن عاصم	بنوسعد (دوسری شاخ)
(۱۵) علاء بن حضرمی	علاقہ بحرین
(۱۶) علی بن طالب	نجران (زکوٰۃ اور جزیہ دونوں کی وصولی)

(۲) سرایا:

Marfat.com

۹ھ میں تادیبی کارروائیوں اور امن وامان کی بحالی کے سلسلے میں مندرجہ ذیل سرایا روانہ کیئے گئے۔

(۱) سریۂ عُیَینَہ بن حصن فزاری (محرم ۹ھ): عیینہ پچاس سواروں کی قیادت کرتے ہوئے بنوتمیم کی طرف گئے۔ بنوتمیم جزیہ کی ادائیگی سے بعض قبائل کو روک رہے تھے۔ عیینہ نے جب حملہ کیا تو بنوتمیم بھاگ کھڑے ہوئے۔ انکے گیارہ مرد، اکیس عورتیں اور تیس بچے گرفتار ہوئے۔ بعدازاں مدینہ میں بنوتمیم کے سردار اپنے قیدیوں کی رہائی کیلئے آئے۔ انہوں نے اسلام قبول کرلیا۔ رسول اللہ ﷺ نے نہ صرف انکے قیدی رہا کردیئے۔ بلکہ انعام واکرام سے بھی نوازا۔

(۲) سریۂ قطبہ بن عامر (صفر ۹ھ): قبیلۂ خثعم کی ایک شاخ کی طرف قطبہ بن عامر کی سربراہی میں ایک سریہ قربہ کے علاقے تبالہ کی طرف روانہ کیا گیا۔ قطبہ کے ساتھ بیس سپاہی تھے۔ وہاں سخت لڑائی ہوئی۔ قطبہ اور کچھ مسلمان شہید ہوگئے۔ لیکن مجاہدین نے ان پر غلبہ پالیا اور انکے مال مویشی مدینہ لے آئے۔

(۳) سریۂ ضحاک بن سفیان کلبی (ربیع الاوّل ۹ھ): یہ سریہ تبلیغ کے لیئے بنوکلاب کی طرف بھیجا گیا تھا۔ لیکن وہ جنگ پر آمادہ ہوگئے۔ مجاہدین نے ان کی سرکوبی کی مدینہ واپس آگئے۔

(۴) سریۂ علقمہ بن مُجَزِّز مدلجی (ربیع الآخر ۹ھ): جدہ کے سامنے بحرِ احمر کے ایک جزیرے پر بحری قزاقوں نے قبضہ کرلیا تھا۔ نبی ﷺ کو اطلاع ملی تو آپ ﷺ نے حضرت علقمہ بن مُجَزِّز المدلجی کو تین سو آدمی دے کر وہاں روانہ فرمایا۔ علقمہ نے وہاں پہنچ کر موثر کاروائی کی اور بحری قزاق فرار ہوگئے۔

(۵) سریۂ علی ابن طالب (ربیع الاوّل ۹ھ): ڈیڑھ سو آدمیوں کو حضرت علیؓ کی

Marfat.com

کمان میں قبیلہ طے کی طرف روانہ کیا گیا۔ حضرت علی وہاں صبح سویرے پہنچے اور حملہ کر کے قبیلہ طے کے لوگوں کو منتشر کر دیا۔ انہوں نے ان کے بتکدے کو بھی منہدم کر دیا۔ طے کے کچھ افراد گرفتار ہو گئے۔ انہی میں حاتم طائی کی بیٹی بھی تھی۔ حضرت علی مدینے پہنچے تو انہوں نے حاتم کی بیٹی کو دربارِ رسالت میں پیش کیا۔ آنحضرت ﷺ نے اس کی بڑی عزت افزائی کی اور تحفے تحائف دے کر واپس بھیج دیا۔ پھر اس نے اپنے بھائی عدی بن حاتم کو جو کہ شام کی طرف بھاگ گیا تھا خط لکھا کہ رسول اللہ ﷺ کے دربار سے دور رہنا بڑی کوتاہ اندیشی ہے۔ اس پر عدی مدینہ حاضر ہوا اور مسلمان ہو گیا۔ آپ ﷺ نے اسے اسکے قبیلہ کی سرداری پر فائز کیا۔ عدی بن حاتم بعد ازاں مسلمانوں کی طرف سے کئی جنگوں میں لڑا(1)۔

(۳) کعبؓ بن زہیر اور قصیدہ بانت سعاد:

کعب عرب کے مشہور شاعر زہیر بن ابی سُلمٰی کے صاحبزادے تھے۔ زہیر بن ابی سُلمٰی کا شمار عرب کے ان سات بڑے شاعروں میں ہوتا تھا جن کے سبع معلقات کا شہرہ پورے عرب میں تھا۔ زہیر کے کلام سے پتہ چلتا ہے کہ وہ وجودِ باری تعالیٰ اور حشر نشر کا قائل تھا، تاہم وہ اسلام لانے کی سعادت حاصل نہ کر سکا اور بعثتِ نبوی ﷺ سے کچھ عرصہ پہلے ہی وفات پا گیا۔ قبیلۂ مضر جسکی ذیلی شاخ مزینہ سے کعب تعلق رکھتے تھے شعر وسخن کے لیئے بہت مشہور تھا۔ انکے دادا ابو سُلمٰی ربیعہ اور نانا بشامہ بن الغدیر بھی شاعر تھے۔ مشہور شاعرہ الخنسا کعبؓ کی پھوپھی تھیں۔ کعبؓ کو بچپن سے ہی شعر وشاعری کا شوق تھا۔ سنِ بلوغ کو پہنچتے ہوئے وہ قادر الکلام شاعر بن چکے تھے۔ باپ کی وفات پر انہوں نے اتنا پُرسوز مرثیہ کہا کہ وہ ادب کا شاہ پارہ بن گیا اور اسے ابوتمام طائی نے اپنے دیوان الحماسہ کی زینت بنایا۔

Marfat.com

شروع میں کعب اسلام کے مخالفین میں سے تھے۔قریشِ مکہ انہیں رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کیلئے استعمال کرتے تھے اور ان سے آپ ﷺ کی ہجو کہلواتے تھے۔فتح مکہ کے موقع پر آپ ﷺ نے جن افراد کے قتل کا فرمان جاری کیا،ان میں کعب کا نام بھی شامل تھا۔تاہم کعب وہاں سے فرار ہو گئے اور مختلف مقامات پر چھپتے پھرے۔ان کے بھائی بجیر نے اسلام قبول کر لیا تھا۔انہوں نے کعب کو خط لکھا کہ وہ مدینہ جا کر رسول اللہ ﷺ سے معافی مانگ لے۔بجیر دل سے چاہتے تھے کہ کعب مسلمان ہو جائے اور سزائے موت سے بچ جائے۔چنانچہ وہ مسلسل کعب کو مسلمان ہو جانے کی ترغیب دیتے رہے اور اس سلسلے میں انہوں نے کعب کو انکے ہم نام یہودی کعب بن اشرف کے انجام سے عبرت پکڑنے کا مشورہ بھی دیا۔لیکن کعب پر اسکا الٹا اثر ہوا اور اس نے بجیر کو ہجو یہ اشعار لکھ بھیجے جن میں کہا گیا تھا کہ میں اپنے باپ دادا کے مسلک سے کیوں کر پھر سکتا ہوں اور مزید یہ کہا گیا تھا کہ ابو بکرؓ نے بجیر کو نشے سے بھرا ہوا پیالہ پلا دیا ہے۔

حضور ﷺ کے جاری کردہ فرمانِ قتل سے کعب پر زمین تنگ ہو گئی۔وہ جگہ جگہ پھرتے اور روپوشی کی زندگی بسر کرتے رہے بجیر کو ان سے بہت محبت تھی۔لہذا انہیں جب موقع ملتا وہ اپنے بھائی کو اسلام لا کر مامون ہو جانے کی نصیحت کرتے۔بالآخر کعب نے اسلام قبول کر لینے کا فیصلہ کر لیا۔

ایک رات کعب مدینہ پہنچے اور بجیر کے ہاں قیام کیا۔فجر کی نماز کے بعد یہ مسجدِ نبوی میں حاضر ہوئے۔اس وقت نبی ﷺ نماز سے فارغ ہو کر اپنے اصحاب سے گفتگو کر رہے تھے۔کعب اپنے چہرے کو کپڑے میں چھپائے مسجد کے اندر آئے۔انہوں نے خاص علامات سے نبی ﷺ کو پہچانا اور آپ ﷺ کے قریب آ کر کہنے لگے:''یا رسول اللہ ﷺ! اگر کوئی خطا کار اپنے گناہوں کی معافی مانگے تو کیا آپ ﷺ اسے معاف فرما دیں گے؟''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''ضرور! پھر کعبؓ نے اپنا ہاتھ رسول اللہ ﷺ کے دستِ مبارک پر رکھا اور اسلام قبول کر لیا۔ جب کعبؓ نے اپنے چہرے سے کپڑا ہٹایا تو بعض صحابہ نے انہیں پہچان کر کہا'' یہ تو کعب ہے!'' کئی ہاتھ تلواروں کے دستوں پر گئے۔ ایک انصاری نے تو آگے بڑھ کر کعب پر حملہ بھی کر دیا۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے ہاتھ اٹھا کر سب کو منع کر دیا اور فرمایا: ''ایسا نہ کرو! یہ تائب ہو کر آیا ہے! اب اسکی خطائیں معاف ہیں!''

پھر کعبؓ نے کھڑے ہو کر رسول اللہ ﷺ کی مدح میں قصیدہ پیش کیا۔ سب لوگ غور سے سنتے رہے۔ کعبؓ کے قصیدے سے حضور ﷺ بھی بہت خوش ہوئے۔ جب کعبؓ نے قصیدہ ختم کر لیا تو آپ ﷺ نے اٹھ کر اپنی دھاری دار یمنی چادر کعبؓ کے شانوں پر ڈال دی۔ عربی میں بردہ چادر کو کہتے ہیں۔ اسی مناسبت سے یہ قصیدہ تاریخ میں قصیدہ بردہ کے نام سے مشہور ہوا (2)۔

قصیدہ بُردہ کے علاوہ اسے 'قصیدۂ بانت سعاد' بھی کہا جاتا ہے۔ عربوں کی یہ پرانی روایت تھی کہ وہ اپنے قصیدے کا آغاز عشقیہ اشعار سے کرتے تھے جنہیں ''تشبیب'' کہا جاتا تھا۔ کعبؓ نے بھی اپنے قصیدے کا آغاز غزل کی طرح کے اشعار سے کیا جو اس کی بیوی کے ہجر و فراق کی کیفیات کے غماز تھے۔ سعاد کعبؓ کی بیوی تھی۔ اسکے والدین کعبؓ کی آوارہ گردی اور در در کی ٹھوکریں کھاتے پھرنے سے سخت نالاں تھے۔ تنگ آ کر وہ سعاد کو ساتھ لے گئے۔ چنانچہ قصیدے کا پہلا شعر ہی بیوی کی جدائی کا دردناک منظر پیش کرتا ہے:

بَانَت سُعَاد فَقَلبِی اليَومَ المَبتُولُ

مُتَيَّم" اِثرَهَا لَم يُفدَ مَكبُول

''میری سعاد مجھ سے جدا ہو گئی، پس میرا دل آج (صبر آزما اور جاں گسل فراق کے باعث) خستہ حال ہے اور مارا مارا پھرنے ولا ہے، اسکے پیچھے، ایسے قیدی کی طرح جس

Marfat.com

کا فدیہ نہ دیا گیا ہو۔"

اس قصیدے کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ یہ بارگاہِ رسالت میں پیش کیا گیا اور اسکی مقبولیت پر بطور سند شاعر کو یمنی چادر عطا کی گئی۔ ابتدائی اشعار میں بیوی کے جدا ہونے کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ "فَقَلبِی الیَوم مَبتُول" کہہ کر شاعر نے اپنے دل کی سقیم حالت کو بڑے پر اثر انداز میں بیان کیا ہے۔ پھر سعاد کی صورت و سیرت کو نہایت دلنشیں انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ وقتِ وداع سعاد کی شرم و حیا سے جھکی ہوئی نگاہیں، موتیوں کی طرح آب دار دانت سرگیں آنکھیں گویا کعبؓ کے ذہن پر نقش ہو کر رہ گئی تھیں۔ تشبیب کے اشعار کے بعد کعبؓ کا ذہن اپنی ہمسفر ناقہ کی طرف مڑتا ہے اور وہ اسکی خوبیاں بیان کرتے ہیں۔ ضمناً عرب کی نوحہ گر عورتوں کا بھی ذکر آتا ہے۔ پھر دفعتہً ان کا ذہن اپنی مخدوش صورتِ حال کی طرف منتقل ہو جاتا ہے کہ وہ کس طرح فرمانِ قتل کے بعد جان بچانے کیلئے مارے مارے پھر رہے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ مصیبت کے اس مشکل وقت میں اپنے بھی بیگانے بن گئے ہیں:

تَسعَی الوَ شَاۃُ وقَو لُھُم اِنَّکَ یابنَ اَبِی سُلمَی لَمَقتُولُ

یعنی چغل خور ہر طرف چغلیاں کھاتے پھرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے ابی سُلمی کے بیٹے تو ضرور مارا جائے گا۔

وَقَالَ کُلُّ خَلِیلٍ کُنتُ اٰمُلُہٗ لَا اُلھِیَنَّکَ اِنِیّ عَنکَ مَشغُولُ

اور ہر دوست نے جس سے مجھے امید تھی کہا کہ میں تجھے نہیں بچا سکتا۔ بے شک میں تجھ سے الگ ہوں۔

اپنے مصائب و آلام کا ذکر کرتے ہوئے کعب جگہ جگہ زندگی کی تلخ حقیقتوں کو اپنے باپ زہیر کی طرح امثال و حکم میں بیان کرتے ہیں۔ پھر وہ اپنے اس قطعی فیصلے کا ذکر

Marfat.com

کرتے ہیں کہ میں نے اب اپنی ساری امیدیں بارگاہِ رسالت سے وابستہ کرلی ہیں:

نُبِئتُ اَنَّ رَسُول الله اَوعَدنِی وَالعَفُو عِندَ رَسُول الله مَامُولُ

''مجھے پتہ چلا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے قتل کی دھمکی دی ہے، لیکن اسکے باوجود انکی ذاتِ اقدس سے سب کو عفو و درگزر کی امید ہے۔''

قصیدہ بانت سعاد حضرت کعبؓ کی نفسیاتی کیفیتوں کا غماز ہے۔ ایک طرف بیوی کی جدائی کا درد بیان ہوا ہے تو دوسری طرف اعزہ واقربا، کی بے مروّتی اور بے اعتنائی کا ذکر ہے۔ پھر نبی ﷺ کی ہیبت و دبدبہ کا اظہار ہے جن کی نبی الملاحم کی حیثیت سے پورا عرب تھرا رہا تھا۔ موت کے خوف اور بیم و رجا کی کیفیت میں جب وہ نبی ﷺ کی خدمت میں پہنچتے ہیں تو خوف و دہشت سے انکار برا حال ہے(3)۔ وہ کہتے ہیں کہ بارگاہِ رسول اللہ ﷺ میں کھڑا میں جو کچھ دیکھ اور سن رہا تھا، اگر ہاتھی بھی دیکھ اور سن لیتا تو تھر تھر کانپنے لگتا:

لَقَد اَقُومُ مَقَامًا لَو یَقُو م بِهٖ اَرَی وَاسمَعُ مَا لَو یَسمَعُ الفِیلُ

لَظَلَّ یُر عَدُ اِلَّا اُن یَکُونَ لَهٗ مِنَ الرسُول باذنِ الله تَنوِیلُ

''خدا کی قسم! میں آپ ﷺ کی مجلس میں حاضر ہوں اور سب کچھ دیکھ اور سن رہا ہوں، اگر ہاتھی بھی اس مجلس میں حاضر ہو کر یہ سب باتیں سنتا تو وہ بھی کانپنے لگتا، سوا اس صورت کے اس کے لیئے بحکم باری تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے عفو و درگزر کی بخشش ہو جاتی۔

پھر وہ کہتے ہیں:

لَذَاکَ اَهیَبُ عِندِی اذ کُلِّمُه وَ قِیلَ اِنَّکَ مَنسُوب" و مَسئُو لُ

مِن خَادِرٍ مِن لُیُوثِ الاُ سُدِ مَسکِنَة" مِن بَطنِ عِثَّرَ غِیل" دُونَهُ غِیلُ

Marfat.com

''جب میں رسول اللہ ﷺ سے بات کر رہا تھا اور مجھ سے کہا جا رہا تھا کہ تمہاری طرف یہ اقوال منسوب ہیں لہذا تم ان کے جواب دہ ہو تو اس وقت رسول اللہ ﷺ میرے لیئے گھنے جنگل کے اس شیر سے بھی زیادہ ہیبت ناک تھے جس کا کچھار بطنِ عثر میں ہو (جہاں کے درندے مشہور ہیں) جس میں درختوں کی جھاڑیاں ایک دوسرے کے بالکل قریب اور متصل ہیں۔''

اپنے پیش کردہ قصیدے میں کعبؓ نے انصار کا ذکر نہیں کیا تھا۔ حضور ﷺ نے انکی توجہ اس طرف دلائی تو انہوں نے بعد ازاں انصار کی تعریف میں کچھ اشعار شامل کر دیئے۔

قصیدہ بانت سعاد میں جاہلی ادبی روایت اور اسلامی تعلیمات کا دلآویز امتزاج ملتا ہے۔ گوناگوں خصوصیات کے حاصل ہونے کے علاوہ یہ مترادف و متضاد الفاظ کی فراوانی کے اعتبار سے بھی امتیازی حیثیت رکھتا ہے۔ اسکے تراجم دنیا کی متعدد زبانوں میں ہو چکے ہیں۔ جتنے تراجم اور شرحیں اس قصیدے کی ہوئی ہیں، سوائے امام بوصیریؒ کے قصیدے کے اور کسی کی نہیں ہوئیں۔

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد کعبؓ کافی عرصہ تک زندہ رہے۔ آپ ﷺ کی عطا کردہ بردہ کو انہوں نے ہمیشہ سینے سے لگائے رکھا۔ امیر معاویہؓ نے ایک دفعہ انہیں بردہ شریف کے عوض دس ہزار درہم کی پیش کش کی۔ لیکن کعبؓ نے باوجود اپنی غربت و افلاس کے، صاف انکار کر دیا۔

کعبؓ کی وفات کے بعد بردہ شریف انکے بیٹے کو منتقل ہو گئی۔ انہوں نے بیس ہزار درہم میں یہ امیر معاویہ کو بیچ دی۔ پھر یہ مختلف سلاطین و خلفاء کے قبضے میں رہی۔ بالآخر یہ سلطنتِ عثمانیہ کے سلیم اوّل (۱۵۱۲-۱۵۲۰) کے قبضے میں آ گئی جس نے اسے شاہی

خزانے میں محفوظ کر دیا۔ وہاں سے ترکی کے سلطان عبدالحمید نے اسے استنبول کی ایک مسجد میں رکھوا دیا۔ یہ مسجد اسی مناسبت سے خرقہ شریف کہلانے لگی۔ اس وقت بردہ شریف کی باقیات سلطان محمد فاتح کے تعمیر کردہ محل 'طوپ قپو' کے کمرہ نمبر ۱۳ میں ایک طلائی صندوق کے اندر محفوظ ہیں (4)۔

(۴) واقعہء ایلاؑ وتخییر :

اسلامی فقہ میں ایلاء (5) کی اصطلاع کا مفہوم یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق دیئے بغیر قسم کھا کر اس سے قطعِ علائق کر لے۔ سورۂ بقرہ کی آیت ۲۲۶ میں یہ اصطلاح استعمال کی گئی ہے اور حکم دیا گیا ہے کہ چار ماہ کے اندر اندر ایلاء کرنے والا شخص اپنی بیوی سے رجوع کر سکتا ہے، البتہ اسے قسم کا کفارہ ادا کرنا پڑے گا۔ تاہم اس بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ چار ماہ کی مدت گزر جانے کے بعد از خود طلاق ہو جاتی ہے یا نہیں۔ حنفی علماء کہتے ہیں کہ مدتِ معینہ پوری ہوتے ہی طلاقِ بائنہ ہو جاتی ہے۔ لیکن احادیث صحیحہ سے ثابت ہوتا ہے کہ مدتِ معینہ کے پوری ہونے کے بعد بھی طلاق واقع نہیں ہوتی، تاہم زن وشوہر کا رشتہ معلق حالت میں رہتا ہے۔ تخییر کا مطلب ہے کسی کو حقِ انتخاب دینا کہ وہ جو چاہے چن لے (6)۔

رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں بھی ایک دفعہ ایلاء وتخییر کا واقعہ پیش آیا۔ یہ واقعہ غزوۂ تبوک سے پہلے سنہ ۹ ھ (اوائل اپریل ۶۳۰ء) کا ہے۔ آپ ﷺ فتح مکہ کے بعد مدینہ میں تشریف لا چکے تھے۔ اب آپ ﷺ کی حیثیت ایسے حکمران کی تھی جس کے سامنے عرب کی تمام طاقتیں سرِ تسلیم خم کر چکی تھیں۔ مختلف غزوات وسرایا سے حاصل ہونے والے اموال وغنائم سے عام مسلمانوں کی مالی حالت بہت اچھی ہو چکی تھی۔ لیکن عرب کے بادشاہ بننے کے باوجود آپ ﷺ کے گھر کی حالت یہ تھی کہ روزمرّہ کے استعمال کی

اشیاء بھی حسبِ ضرورت نہ تھیں۔ آپ ﷺ دو وقت کا کھانا بھی شکم سیر ہو کر نہیں کھاتے تھے۔ آپ ﷺ فقر و فاقہ کی زندگی پسند فرماتے اور فارغ اوقات میں ذکر و فکر اور استغراق میں مشغول رہتے۔ آپ ﷺ کا یہ فقر اضطراری نہ تھا۔ آپ ﷺ چاہتے تو آپ ﷺ کے ایک اشارے پر وہ تمام سامانِ عیش و نشاط فراہم ہو سکتا تھا جو صرف شہنشاہوں کو نصیب ہوتا ہے۔ آپ ﷺ کا فقر اختیاری تھا۔ فقر و فاقہ اور عسرت و افلاس کی زندگی آپ ﷺ نے اپنی رضا سے چنی تھی۔

آپ ﷺ کی زاہدانہ اور فقیرانہ طرزِ زندگی کا اثر آپ ﷺ کے اہل و عیال پر پڑ رہا تھا اور وہ بھی غربت و افلاس اور تنگدستی کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات اگرچہ اُمہات المومنین کی حیثیت سے اسلامی معاشرے میں نہایت بلند درجے پر فائز تھیں، لیکن وہ انتہائی ناداری اور تنگدستی کا شکار تھیں۔ ازواجِ نبی ﷺ ہونے کے ناتے وہ کڑے امتحان سے گزر رہی تھیں۔ لیکن آخر وہ انسان تھیں اور زندگی کے تقاضے ان کے ساتھ لگے ہوئے تھے۔ وہ دیکھتی تھیں کہ عام مسلمان خواتین نہایت آسائش و آرام کی زندگی بسر کر رہی ہیں اور انہیں خانہ نبی ﷺ میں ضروریاتِ زندگی بھی پوری طرح نصیب نہیں ہو رہیں۔ ان میں سے بیشتر انتہائی متمول گھرانوں سے آئی تھیں۔ حضرت صفیہؓ خیبر کے رئیس کی صاحبزادی تھیں۔ اُمّ حبیبہؓ کا باپ ابوسفیان مکے کا سردار تھا۔ حضرت جویریہؓ بنو مصطلق کے سردار کی صاحبزادی تھی۔ حضرت ماریہؓ کا تعلق مصر کے متمول طبقے سے تھا۔ حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ بھی خوشحال اور بااثر خاندانوں سے آئی تھیں۔ لہٰذا نبی ﷺ کے گھر میں تنگدستی کا شکار ہونے پر ان کا شاکی اور نالاں ہونا غیر فطری نہ تھا۔

ان سب ازواج نے مل کر یہ سوچا کہ آپ ﷺ سے نفقہ میں توسیع و اضافہ کا

Marfat.com

مطالبہ کیا جائے۔ان کی نمائندگی حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ نے کی۔اسی لیئے سورۃ تحریم میں ان کا حوالہ دیتے ہوئے تثنیہ (7) کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے:

اِنْ تَتُوْبَآ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا ۚ وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ ۝
(تحریم:۴)

''اگر تم دونوں اللہ سے توبہ کرتی ہو (تو یہ تمہارے لیئے بہتر ہے) کیونکہ تمہارے دل سیدھی راہ سے ہٹ گئے ہیں۔اور اگر نبی کے مقابلے میں تم نے باہم جتھہ بندی کی تو یاد رکھو کہ اللہ اسکا مولیٰ ہے اور اسکے بعد جبریل اور تمام صالح اہلِ ایمان اور سب ملائکہ اسکے ساتھی اور مددگار ہیں۔''

رسول اللہ ﷺ کا بحیثیت نبی جو طریقِ زندگی تھا اس میں مادّی آسائشوں اور لذائذ دنیوی کا کوئی تصور نہ تھا۔اس کا اثر ازواج پر بھی پڑا۔انہیں بھی ناز ونعم اور آسائش کی زندگی گزارنے کی اجازت نہ تھی۔نبی کی بیوی بننا اگر ایک بڑا اعزاز تھا تو اسکی آزمائش بھی اتنی ہی سخت تھی۔اس لیئے نبی ﷺ کی طبع مبارک پر ازواج کا یہ مطالبہ کہ انکے نفقہ میں توسیع کی جائے، بڑا گراں گزرا۔

اسی دوران ایک اور واقعہ جس کا ابتداءً توسیع نفقہ کے مطالبے سے کوئی تعلق نہ تھا، رونما ہوا اور پھر وہ بھی اس کے ساتھ نتھی ہو گیا اور صورتِ حال کے گھمبیر بن جانے کا باعث بنا۔آنحضرت ﷺ کو شیرینی بہت پسند تھی۔امّ المومنین حضرت زینبؓ بنت جحش کے پاس کہیں سے شہد آ گیا۔چنانچہ وہ آپ ﷺ کی تواضع کیلیئے شہد کا شربت تیار کیا کرتی تھیں۔اس طرح آپ ﷺ انکے ہاں معمول سے زیادہ ٹھہرنے لگے۔اس پر حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ کے دل میں جذبۂ رقابت پیدا ہو گیا۔انہوں نے دیگر ازواج سے مشورہ

کیا۔ آخرکار آنحضرت ﷺ کو زینبؓ کے ہاں زیادہ دیر تک قیام سے روکنے کیلئے انہوں نے ایک اسکیم تیار کی۔ اسکیم یہ تھی کہ حضور ﷺ جس بی بی کے پاس تشریف لے جائیں وہ آپ ﷺ سے مغافیر کی بو کی شکایت کرے۔

مغافیر عرب کا ایک درخت ہے جس کا پھل اگرچہ لوگ کھاتے ہیں، تاہم اس کی بُو ناگوار ہوتی ہے۔ شہد کی مکھیاں اگر مغافیر کے پھلوں سے رس چوسیں تو اس سے تیار شدہ شہد سے بھی مغافیر کی بو آنے لگتی ہے۔ آپ ﷺ جب حفصہؓ کے پاس گئے تو انہوں نے استفسار کیا ''کیا آپ ﷺ نے مغافیر کھایا ہے؟'' آپ ﷺ نے فرمایا ''نہیں!'' حفصہؓ نے کہا ''آپ ﷺ کے منہ سے مغافیر کی بو آ رہی ہے!''

نبی ﷺ کے یہ امر نہایت ناگوار تھا کہ کوئی آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس سے کسی قسم کی بو محسوس کرے اور آپ ﷺ کے قرب سے گریزاں ہو! اس لیئے آپ ﷺ کوئی ایسی غذا تناول نہ فرماتے تھے جس کے بعد سانس سے بو آئے۔ جب دیگر ازواج نے بھی یہی بات کہی تو آپ ﷺ نے قسم کھائی کہ اب شہد نہ کھاؤں گا۔ سورۂ تحریم کی افتتاحی آیت میں اسی طرف اشارہ ہے: ''اے نبی! تم اپنی بیویوں کی خوشی کیلئے اپنے اوپر اس شئے کو کیوں حرام کرتے ہو جو اللہ نے تم پر حلال کر دی ہے؟'' (تحریم:۱)

ابھی حالات اس ڈگر پر چل رہے تھے کہ ایک تیسرا واقعہ رونما ہو گیا جس سے نبی ﷺ کی ازدواجی زندگی میں ایسی کشیدگی پیدا ہو گئی جو واقعۂ ایلاء پر منتج ہوئی۔ ہوا یہ کہ نبی ﷺ نے اپنی ایک زوجہ کو راز کی کوئی بات بتائی اور تاکید فرما دی کہ اس کا کسی کو پتہ نہ چلے۔ لیکن وہ راز کو چھپا نہ سکیں اور اسے دوسری زوجہ پر ظاہر کر دیا (8)۔

قرآن حکیم میں اسی طرف اشارہ کیا گیا ہے:

"وَ اِذِ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰی بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِیْثًا ۚ فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَ اَظْهَرَهُ

Marfat.com

اللّٰہُ عَلَیۡہِ عَرَّفَ بَعۡضَہٗ وَاَعۡرَضَ عَنۡۢ بَعۡضٍ ۚ فَلَمَّا نَبَّاَہَا بِہٖ قَالَتۡ مَنۡ اَنۡۢبَاَکَ ہٰذَا ؕ قَالَ نَبَّاَنِیَ الۡعَلِیۡمُ الۡخَبِیۡرُ ۝ (تحریم:۳)

''اور جب نبی نے اپنی ایک بیوی سے راز کی ایک بات کہی اور اس نے اسے فاش کر دیا اور خدا نے نبی کو اس (افشائے راز) کی اطلاع دے دی تو نبی نے (اس بیوی) سے کچھ حصہ بیان کیا اور کچھ حصہ چھوڑ دیا۔ یہ سن کر اس کی بیوی نے پوچھا آپ ﷺ کو کس نے اسکی خبر کی؟ فرمایا: اس کی مجھے اس نے خبر دی ہے جو سب کچھ جانتا اور خوب باخبر ہے!''

جب صورت حال نے یہ رخ اختیار کر لیا، یعنی نفقہ میں اضافہ کا مطالبہ، مغافیر کا شاخسانہ اور پھر افشائے راز کا معاملہ، تو حضور ﷺ کی طبع مبارک پر اسقدر بوجھ پڑا کہ آپ ﷺ نے تمام ازواج سے ایک ماہ کیلئے علیٰحدگی (ایلاء) کا عہد کر لیا اور مسجد نبوی سے متصل بالاخانے میں عزلت گزیں ہو گئے۔ جب کئی روز تک آپ ﷺ ازواج کے پاس تشریف نہ لے گئے تو آپ ﷺ کے اصحاب کو تشویش لاحق ہوئی کہ کہیں آپ ﷺ نے ازواج کو طلاق نہ دے دی ہو۔ لیکن کسی میں اتنی جرأت نہ تھی کہ آپ ﷺ سے کچھ پوچھ سکتا۔ انہی دنوں گھوڑے سے گرنے سے آپ ﷺ کی پنڈلی پر زخم آ گیا۔ کچھ اس وجہ سے بھی آپ ﷺ کو بالاخانے تک ہی محدود رہنا پڑا۔

دریں اثنا حضرت عمرؓ کے ساتھ ایک واقعہ پیش آیا جس کی بنا پر انہوں نے آپ ﷺ سے اصل صورتِ حال جاننے کا ارادہ کیا۔ ہوا یوں کہ حضرت عمرؓ کی اپنی زوجہ سے کسی بات پر تکرار ہو گئی۔ انکی زوجہ نے انہیں ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ اس پر حضرت عمرؓ حیران ہو کر بولے ''تم مجھے اسطرح جواب دے رہی ہو؟'' بیوی نے کہا ''جواب کیوں نہ دوں؟ تمہاری بیٹی حفصہ تو خود رسول اللہ ﷺ کو برابر کا جواب دیتی ہے! پورا پورا دن روٹھی رہتی ہے۔''

Marfat.com

یہ سن کر حضرت عمرؓ سیدھے حفصہؓ کے پاس گئے اور پوچھا ''بیٹی! کیا یہ سچ ہے کہ تم رسول اللہ ﷺ کو برابر کا جواب دیتی ہو اور سارا دن روٹھی رہتی ہو؟'' حفصہؓ نے اثبات میں جواب دیا۔ حضرت عمرؓ نے مزید پوچھا ''کیا دیگر ازواج بھی ایسا کرتی ہیں؟'' حفصہؓ نے کہا'' جی ہاں ! ہم سب ایسا ہی کرتی ہیں کیونکہ ہم نفقہ میں اضافہ چاہتی ہیں!'' اسپر حضرت عمرؓ کو غصہ آ گیا۔ انہوں حفصہؓ کو ڈانٹا اور کہا: ''بیٹی کچھ خدا کا خوف کرو! رسول اللہ ﷺ کو ناراض کرنا اچھا نہیں! واللہ! رسول اللہ کو اگر میرا خیال نہ ہوتا تو تمہیں طلاق دے چکے ہوتے! تو جو کچھ لینا چاہتی ہے مجھ سے مانگ لے۔ رسول اللہ ﷺ کو کیوں تکلیف دیتی ہے؟''

پھر حضرت عمرؓ ام المومنین حضرت اُمِ سلمہ کے پاس گئے۔ انکی حضرت عمرؓ سے رشتے داری تھی۔ اسی لیئے حضرت عمرؓ نے ان سے یہ ذاتی قسم کا سوال پوچھ لیا۔ ام سلمہؓ نے ان پر طنز کی اور کہا'' اے خطاب کے بیٹے! اب نوبت یہ آ گئی ہے کہ تم رسول اللہ ﷺ اور انکی ازواج کے معاملات میں بھی ٹانگ اڑانے لگے ہو!'' حضرت عمرؓ چپ چاپ وہاں سے چلے آئے۔

اسکے بعد رات کے وقت ایک انصاری حضرت عمرؓ کے گھر آیا۔ اس نے زور زور سے دروازہ کھٹکھٹایا۔ حضرت عمرؓ گھبرا گئے۔ انہیں گمان ہوا کہ شاید غسانیوں نے حملہ کر دیا ہے۔ ان دنوں مدینے میں رومیوں کے حملے کی افواہیں پھیلی ہوئی تھیں۔ انہوں نے دروازہ کھولا تو ایک انصاری کو وہاں موجود پایا۔ اس نے عمرؓ کو بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ازواج کو طلاق دے دی ہے۔

اب حضرت عمرؓ مسجد نبوی میں گئے۔ پتہ چلا کہ نبی ﷺ فجر کی نماز کے بعد بالا خانے میں تشریف لے جا چکے ہیں۔ ایک حبشی غلام زینوں پر پہرہ دے رہا تھا۔ حضرت عمرؓ نے غلام

Marfat.com

سے کہا کہ وہ حضور کو انکے آنے کی اطلاع دے۔ غلام گیا لیکن انہیں باریابی کی اجازت نہ ملی۔ اسپر حضرت عمرؓ نے بلند آواز میں کہا ''شاید رسول اللہ ﷺ یہ خیال فرما رہے ہیں کہ میں حفصہؓ کی سفارش کیلئے آیا ہوں۔ خدا گواہ ہے کہ مجھے تو صرف رسول اللہ ﷺ کی رضا مطلوب ہے! اگر حکم ہو تو اپنے ہاتھ سے حفصہؓ کا سر کاٹ کر پیش کر دوں!''

حضرت عمرؓ کی یہ بات سن کر نبی ﷺ نے انہیں آنے کی اجازت دے دی۔

حضرت عمرؓ جب بالا خانے میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ ایک کونے میں کسی جانور کی کھال بچھی ہے اور ایک کھال دیوار پر لٹکی ہوئی ہے۔ ایک کونے میں تھوڑے سے جَو پڑے ہوئے تھے۔ بان کی ایک کھری چارپائی تھی جس پر لیٹنے سے حضور ﷺ کی کمر پر نشان پڑے ہوئے تھے۔ یہ حالت دیکھ کر حضرت عمرؓ رونے لگے۔ حضور ﷺ نے پوچھا ''عمر! روتے کیوں ہو؟'' عمرؓ بولے ''اس سے زیادہ رونے کی بات اور کیا ہو سکتی ہے کہ قیصر و کسریٰ تو عیش و آرام میں رہیں حالانکہ وہ خدا کی طرف سے غافل ہو چکے ہیں اور آپ ﷺ سرورِ دو جہاں ہو کر اس حال میں ہیں کہ ایک چیز بھی آرام کی نہیں اور کھری چارپائی کے نشانات جسم مبارک پر نمایاں ہیں۔''

حضور ﷺ نے فرمایا ''عمر! کیا تم اسی بات پر راضی نہیں کہ قیصر و کسریٰ دنیا لیں اور ہمیں آخرت نصیب ہو؟'' پھر حضرت عمرؓ نے پوچھا ''کیا حضور ﷺ نے ازواج کو طلاق دے دی ہے؟''

حضور ﷺ نے فرمایا ''نہیں!''

یہ سن کر حضرت عمرؓ خوش ہو گئے۔ آپ ﷺ کی تفریح کے لیئے انہوں نے کہا:

''ہم قریش کے لوگ عورتوں پر غالب تھے، لیکن یہاں آ کر دیکھا ہے کہ رنگ دوسرا ہے!''

اس پر آپ ﷺ نے تبسم فرمایا۔ پھر عمرؓ نے حفصہؓ اور ام سلمہؓ سے ملاقات کا حال

Marfat.com

بیان کیا۔اس پر آپ ﷺ دوبارہ متبسم ہوئے۔

حضرت عمرؓ وہاں سے مسجد میں آئے اور تشویش زدہ اصحاب میں یہ اعلان کیا کہ انکا طلاق کا خیال صحیح نہیں۔

اسکے بعد آپ ﷺ حضرت عائشہؓ کے پاس تشریف لے گئے۔حضرت عائشہؓ نے کہا''آپ ﷺ نے ایک مہینے تک ایلاء کا عہد کیا تھا۔ابھی مہینہ پورا ہونے میں ایک دن باقی ہے!''

آپ ﷺ نے فرمایا:''انتیس دن کا بھی مہینہ ہوتا ہے''(9)

رسول اللہ ﷺ سب سے پہلے عائشہؓ کے پاس آئے تھے کیونکہ یہ اور حفصہؓ ہی نفقہ میں اضافے کے مطالبے میں پیش پیش تھیں۔آپ ﷺ نے انہیں اس بارے میں اللہ کے حکم یعنی آیۂ تخییر (احزاب ۲۷:۲۸) سے مطلع کیا جس میں صاف کہا گیا تھا کہ اے نبی اگر آپ کی بیویاں دنیا کی زینت چاہتی ہیں تو صاف صاف کہہ دو کہ یہ ممکن نہیں اور انہیں احسن طریقے سے رخصت کردو اور اگر وہ آخرت کا اجر چاہتی ہیں تو وہ اللہ اور اسکے رسول کی مرضی کے مطابق زندگی بسر کریں۔آپ ﷺ نے عائشہ سے یہ بھی کہا کہ وہ اس معاملے میں اپنے والد سے بھی مشورہ کرلیں۔لیکن حضرت عائشہؓ کے لیئے اتنا ہی کافی تھا۔انہوں نے صدقِ دل سے آپ ﷺ کی مرضی کے مطابق زندگی بسر کرنے کا عہد کیا۔دیگر ازواج کی بھی آنکھیں کھل گئیں اور ان سب نے توبہ کی اور عائشہؓ کی طرح حضور ﷺ کی مرضی کے مطابق چلنے کا عہد کیا۔

بعض روایات میں ماریہ قبطیہ کا بھی حوالہ آتا ہے کہ حضور ﷺ نے ان کی خاطر دوسری بیویوں کو خود پر حرام کرلیا تھا۔لیکن یہ ضعیف روایات ہیں اور فنِ درایت کے تقاضے بھی ان کی نفی کرتے ہیں۔

Marfat.com

واقعۂ ایلاء وتخییر کے حوالے سے کئی فقہی وشرعی احکام صادر ہوئے ہیں جو عام مسلمانوں کی زندگی میں بہت اہمیت کے حامل ہیں۔اس ضمن میں سورۂ تحریم کی تفسیر ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

(۵) رسول اللہ ﷺ کی آخری فوجی مہم:

رجب میں نبی ﷺ اپنی حیاتِ اقدس کی آخری فوجی مہم پر روانہ ہوئے۔اسکے تفصیلی حالات اگلے باب ''یومِ تبوک'' میں بیان کیئے جائیں گے۔

(۶) وفاتِ ابراہیم:

نبی ﷺ کے صاحبزادے ابراہیم کا تولد فتح مکہ کے بعد ہوا تھا۔یہ سولہ یا اٹھارہ ماہ زندہ رہنے کے بعد وفات پا گئے۔

ابراہیم کی شکل وشباہت رسول اللہ ﷺ جیسی تھی۔آپ ﷺ کو ان سے بہت محبت تھی۔آپ ﷺ نے انکی آیا ام سیف کو کچھ بکریاں دے رکھی تھیں اور وہ انہیں انکا دودھ پلایا کرتی تھیں۔

یوں تو آپ ﷺ کو اپنی تمام اولاد سے بڑی محبت تھی،لیکن ابراہیم سے آپ ﷺ کو خاص لگاؤ تھا۔عرب معاشرے میں اولادِ نرینہ کا ہونا ایک خاص اعزاز تھا اور عرب اپنے بیٹے کے باپ کی حیثیت سے پکارے جانے پر فخر محسوس کرتے تھے۔جسکا کوئی بیٹا نہ ہوتا اسے عرب طعنہ دیتے اور ''اَبتر'' یعنی ''بے اصل'' یا ''جڑ کٹا'' کہتے تھے۔فطری طور پر رسول اللہ ﷺ کے دل میں بھی اولادِ نرینہ کی خواہش تھی۔یہ اس صورت میں شدید تر ہو گئی کیونکہ کفار آپ ﷺ کو اولادِ نرینہ سے محرومی کا طعنہ دیا کرتے تھے۔قبل ازیں آپ ﷺ قاسم وطاہر (خدیجہؓ سے دو بیٹوں) کی جدائی کا صدمہ سہہ چکے تھے۔پھر آپ ﷺ کی تین

صاحبزادیاں بھی داغِ مفارقت دے گئیں۔اب صرف فاطمہؓ رہ گئی تھیں۔ بیٹیوں اور بیٹوں کی وفات کا آپ ﷺ کے دل پر گہرا اثر ہوا تھا۔ چنانچہ جب ابراہیم پیدا ہوئے تو آپ ﷺ کو ان سے خاص انسیت اور لگاؤ ہو گیا۔ جب بھی آپ ﷺ کو امورِ مملکت اور تبلیغی فرائض سے فرصت ملتی، آپ ﷺ اپنے فرزند سے دل بہلاتے۔

جب ابراہیم بھی مختصر علالت کے بعد فوت ہو گئے تو آپ ﷺ نے گہرا صدمہ محسوس کیا۔ جب انکی وفات کی خبر آپ ﷺ تک پہنچائی گئی، تو اس وقت آپ ﷺ مسجدِ نبوی میں لوگوں سے بعض معاملات پر گفتگو کر رہے تھے۔ یہ خبر سنتے ہی آپ ﷺ نڈھال سے ہو گئے اور حضرت عبدالرحمن بن عوف کے کندھے کا سہارا لے کر گھر تشریف لائے۔ ابراہیم کو گود میں اُٹھا کر پیار کیا اور فرمایا:

انّا یا ابراھیم لَا تغنِی عَنکَ من اللہِ شَیئاً

''اے ابراہیم! میں قضائے الٰہی کو تجھ سے روک نہیں سکتا۔''

ابراہیم کی جدائی میں آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ آپ ﷺ نے ابراہیم کو مخاطب کر کے فرمایا:

''چشم اشک بار اور دل غمزدہ ہے، لیکن زبان سے ہم ایسا کلمہ نکالیں گے جس سے اللہ تعالیٰ خوش ہو۔ اے ابراہیم! میں تیری موت پر بے حد مغموم ہوں۔''

آپ ﷺ کو روتے دیکھ کر سب صحابہ غمزدہ ہو گئے۔ ایک صحابی نے کہا:'' یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ تو لوگوں کو مرنے والوں پر رونے سے منع فرمایا کرتے ہیں!''

حضور ﷺ نے فرمایا:''میں نے حزن و ملال سے کسی کو نہیں روکا، صرف بین اور نوحہ سے منع کیا ہے!'' پھر آپ ﷺ نے خود کو سنبھالا اور سیّدہ ماریہؓ کی طرف متوجہ ہوئے جو صدمے سے نڈھال تھیں۔ آپ ﷺ نے انہیں تسلی دے اور ابراہیم کی تجہیز و تدفین میں

Marfat.com

مصروف ہو گئے۔

اتفاق سے جس روز ابراہیم کی وفات ہوئی، اسی روز سورج کو گرہن لگ گیا۔ بعض لوگوں نے اسے معجزہ قرار دیا اور کہا کہ ابراہیم کی وفات پر سورج بھی سوگ منا رہا ہے۔ نبی ﷺ کو اس بات کی خبر ہوئی تو آپ ﷺ نے مسلمانوں کا اجتماع طلب کیا اور انہیں خطاب فرمایا:

''سورج اور چاند تو وجودِ باری تعالیٰ کی دو نشانیاں ہیں۔ کسی کی موت اور زندگی سے انکا کوئی تعلق نہیں۔ البتہ! جب تم سورج گرہن کو دیکھو تو نماز ادا کر کے اللہ کو یاد کیا کرو!''

(۷) حجِ اکبر:

اسلامی تاریخ میں پہلا باقاعدہ حج ۹ھ کو ادا کیا گیا۔ تین سو مسلمان حضرت ابوبکرؓ کی امارت میں حج کیلئے روانہ ہوئے۔ قافلۂ حجاج روانہ ہو چکا تھا کہ سورۂ برأت نازل ہوئی۔ اس میں مشرکوں کے ساتھ معاہدوں کو ختم کر دیا گیا تھا۔ نبی ﷺ نے حضرت علیؓ کو مامور کیا کہ وہ یہ سورہ لے کر جائیں اور اس کا اعلان کر دیں (10)۔ حضرت علیؓ یہ سورت لے کر روانہ ہو گئے اور حضرت ابوبکرؓ کو ''عرج'' یا ''وادی ضجنان'' میں جا کر مل گئے۔ حضرت ابوبکرؓ نے ان سے پوچھا کہ کیا اب وہ امیر ہونگے؟ اس پر حضرت علیؓ نے کہا ''نہیں! امیرِ حج آپ ہی ہیں، میں صرف مامور ہوں!'' چنانچہ یہ حج حضرت ابوبکرؓ کی امارت میں ہی ادا کیا گیا۔ البتہ حضرت علیؓ نے دسویں روز (یعنی قربانی کے دن) اپنے خطبے میں سورۂ برأت کے حوالے سے احکامِ خداوندی کا اعلان کر دیا۔ اس کی رو سے مشرکین کے معاہدے خود انکے نقضِ عہد کی وجہ سے منسوخ قرار دے دیئے گئے:

Marfat.com

بَرَآءَۃٌ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ اِلَی الَّذِیْنَ عٰھَدْتُّمْ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ۝(توبہ:۱)

اسی اعلانِ برأت کے حوالے سے سورۂ توبہ کو سورۂ برأت بھی کہا جاتا ہے۔ اسکا پہلا حصہ جو کہ پانچویں رکوع کے آخر تک ہے اس حج کے موقع پر نازل ہوا اور اسے لے کر حضرت علیؓ حضرت ابوبکرؓ کے پیچھے روانہ ہوئے تھے۔

مشرکین کے ساتھ کئے گئے معاہدوں سے اعلان برأت کر کے انہیں چار ماہ کی مہلت دے دی گئی۔ مزید برآں مشرکوں کا خانہ کعبہ میں داخلہ بند کر دیا گیا اور برہنہ طواف کی بھی ممانعت کر دی گئی۔

سورۂ توبہ میں اس حج کو" یَومَ الْحَجِ الْاَکبَر " قرار دیا گیا ہے۔ اسے حج اکبر اس لیئے کہا گیا کہ یہ ذی الحجہ کی مقرّرہ تاریخوں میں پورے مناسک کی ادائیگی کے ساتھ کیا گیا۔ عرب عمرہ کو حجِ اصغر یعنی چھوٹا حج کہتے ہیں اور جو حج باقاعدہ مقررہ تاریخوں میں ادا کیا جائے حجِ اکبر کہلاتا ہے۔

اس حج کے بعد مشرکین نے بڑی تعداد میں اسلام قبول کر لیا اور مختلف اطرافِ عرب سے مدینہ آنے والے وفود کا تانتا بندھ گیا۔

(۸) نجاشی کی وفات:

حبشہ کے نجاشی اصحمہ بن ابجر نے بھی سنہ ۹ ھ میں وفات پائی۔ اسکا غائبانہ جنازہ حضور ﷺ نے پڑھایا۔

O

Marfat.com

Marfat.com

اکتیسواں باب

یومِ تبوک

فتحِ مکہ اور غزوۂ حنین و طائف کے بعد اب پورے عرب میں کوئی ایسی طاقت موجود نہ رہی تھی جو مسلمانوں سے ٹکر لے سکتی۔ البتہ رومی حکمران اور انکے ماتحت عرب حکمران اسلام کی بڑھتی ہوئی قوت سے خطرہ محسوس کر رہے تھے۔ جنگِ موتہ میں انہیں مسلمانوں سے تصادم کا تلخ تجربہ ہو چکا تھا۔ ادھر مسلمان بھی بازنطینی فوج کے طریقِ جنگ اور قوت کا اندازہ لگا چکے تھے۔ مسلمانوں کو اب اگر کوئی خطرہ تھا تو صرف رومی حملے کا تھا۔ آلِ غستان شامی سرحد کے قریب آباد تھے اور رومیوں کی نمائندگی کرتے تھے۔

جنگِ مُوتہ میں مسلمانوں نے جس بہادری اور بے جگری کا ثبوت دیا تھا، اسکا شہرہ پورے عرب میں پھیل چکا تھا۔ ادھر حیرہ میں ایرانیوں نے عیسائیوں پر کاری ضرب لگائی تھی۔ چنانچہ ہرقل روم نے یہ پختہ ارادہ کرلیا کہ وہ ایرانیوں اور مسلمانوں دونوں کو کچل کر رکھ دے گا تاکہ رومی سلطنت کا رعب و دبدبہ پورے علاقے میں پھیل جائے۔ اس مقصد کے لیئے اس نے رومی فوج اور اپنے ماتحت عرب قبائل کو جنگ کے لیئے تیار کرنا شروع کر دیا۔

شام سے آنے والے تاجر مدینے میں یہ خبریں متواتر لا رہے تھے کہ آلِ غستان عنقریب رومی سپاہ کے ساتھ مل کر مدینہ پر یلغار کرنے والے ہیں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے بھی رومی افواج کا مقابلہ کرنے کی تیاریاں شروع کر دیں۔

Marfat.com

(۱) تیاری اور روانگی:

رسول اللہ ﷺ نے خلاف معمول اس مہم کو صیغۂ راز میں نہ رکھا بلکہ صاف طور پر لوگوں میں اعلان فرما دیا کہ تبوک کی طرف یلغار کا ارادہ ہے۔ اسکی بڑی وجہ یہ تھی کہ اس سال ملک میں شدید قحط پڑا ہوا تھا۔ گرمی اپنے عروج پر تھی۔ مدینے سے تبوک تک کی مسافت بھی طویل اور کٹھن تھی۔ اس لیئے آپ ﷺ نے منزلِ مقصود کے بارے میں ''توریہ'' اختیار نہ فرمایا تا کہ مجاہدین غلط فہمی میں نہ رہیں اور جس حد تک ممکن ہو، مکمل تیاری کے ساتھ جہاد کیلئے نکلیں۔

مجاہدین کے لیئے سواری کے جانور اور آلاتِ حرب بہت کم تھے۔ آپ ﷺ نے صدقات و عطیات کا عام اعلان فرما دیا۔ آپ ﷺ کے حکم کے بموجب مدینہ اور اطرافِ مدینہ سے مجاہدین جوق در جوق اکٹھا ہونا شروع ہو گئے۔ لوگوں نے جنگ کے مصارف کیلئے دل کھول کر چندہ دیا۔ حضرت عثمانؓ نے نو سو اونٹ (پالان اور کجاووں سمیت)، ایک سو گھوڑے، دو سو اوقیہ (تقریباً ساڑھے انتیس کلو) چاندی اور ایک ہزار دینار عطیہ دیئے۔ حضرت عبدالرحمن عوف نے دو سو اوقیہ چاندی نذر کی۔ حضرت ابو بکرؓ نے اپنا کل اندوختہ جو چار ہزار درہم کے قریب تھا لا کر پیش کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے اپنا آدھا مال دے دیا۔ اسی طرح حضرت عباسؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت سعدؓ بن عبادہؓ حضرت محمدؓ بن مسلمہ اور دیگر کئی اصحاب نے بڑھ چڑھ کر عطیات دیئے۔ البتہ منافقین کا ایک گروہ تھا جو خیرات سے پہلو بچا رہا تھا اور جنگ سے بھی کترا رہا تھا۔ یہ لوگ طرح طرح کے بہانے بناتے اور لوگوں کو جنگ سے برگشتہ کرنے کی باتیں کرتے۔

نبی ﷺ کی مسلسل ترغیب و دعوت اور تگ و دو سے بالآخر لشکرِ اسلام تشکیل

Marfat.com

پا گیا۔ مجاہدین کی تعداد تیس ہزار کے لگ بھگ تھی۔ دس ہزار گھوڑے تھے اور اونٹ اتنے کم تھے کہ ہر اٹھارہ آدمیوں کے لیئے محض ایک اونٹ تھا جس پر وہ باری باری سوار ہو سکتے تھے۔ اشیائے خورد ونوش کی بھی بہت قلت تھی اور بعض اوقات مجاہدین درختوں کی پتیاں وغیرہ کھانے پر بھی مجبور ہو جاتے تھے یا نہ چاہتے ہوئے بھی اونٹ ذبح کر دیتے تھے۔ اسی لیئے اس لشکر کو ''جَیشِ عُسرت'' (بے سروسامانی کا لشکر) بھی کہا گیا۔

جب لشکر روانہ ہونے لگا تو کچھ افلاس زدہ مسلمان حاضر ہوئے اور رسول اللہ ﷺ سے غزوے میں شرکت کی استدعا کی۔ لیکن حضور ﷺ نے انہیں اونٹوں کی قلت کے پیش نظر شامل نہ کیا۔ یہ لوگ روتے ہوئے واپس چلے گئے۔ بقول ابن ہشام یہ بنو عمرو بن عوف کے سات لوگ تھے۔ چند مسلمان بعض ناگزیر وجوہ کی بنا پر شریک نہ ہو سکے اور انہیں متہم بھی نہ کیا گیا۔

آپ ﷺ کا معمول تھا کہ ہر غزوے کے موقع پر اپنی ازواجِ مطہرات میں سے کسی کا نام بذریعہ قرعہ نکالا کرتے تھے۔ لیکن اس غزوہ میں آپ ﷺ نے کسی زوجہ کو ساتھ نہ لیا۔ اپنے اہل وعیال کی حفاظت کی غرض سے حضرت علیؓ کو حکم دیا کہ وہ پیچھے رہیں اور حضور ﷺ کی نیابت کریں (1)۔

آپ ﷺ نے مدینہ پر حضرت محمد بن مسلمہ یا سباع بن عرفطہ کو عامل مقرر فرمایا۔ حضور ﷺ کا لشکر ثنیۃ الوداع سے رجب ۹ھ کو تبوک کیلئے روانہ ہوا۔

(۲) سفرِ تبوک:

لشکرِ اسلام نے ابھی نصف راستہ ہی طے کیا تھا کہ مقامِ حجر (2) آ گیا۔ یہاں آپ ﷺ نے پڑاؤ ڈالنے کا حکم دیا۔ آپ ﷺ نے مجاہدین کو تاکید فرمائی کہ یہاں کا پانی

Marfat.com

بالکل نہ پئیں اور نماز کیلئے بھی یہاں کا پانی استعمال نہ کریں۔حتیٰ کہ آپ ﷺ نے یہ بھی کہہ دیا کہ جو آٹا بھی اس پانی سے گوندھا گیا ہے وہ اونٹوں کو کھلا دیا جائے۔آپ ﷺ نے مزید تاکید فرمائی کہ رات کو کوئی شخص اکیلا لشکر سے زیادہ دور نہ جائے۔اگر کسی کو مجبوراً باہر جانا بھی پڑے تو وہ اپنے ساتھ کسی دوسرے آدمی کو رکھے۔حضور ﷺ کے اس حکم کی بنو ساعدہ کے دو آدمیوں کے علاوہ سب نے تعمیل کی۔پہلا آدمی رفعِ حاجت کیلئے اکیلا ہی کافی دور نکل گیا۔ اسے راستے میں خناق ہو گیا۔دوسرا آدمی اپنے اونٹ کی تلاش میں لشکر سے دور چلا گیا۔ اسے تیز ہواؤں نے اٹھا کر طے کی پہاڑیوں میں پھینک دیا۔رسول اللہ ﷺ کو جب اطلاع ملی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا میں نے تم لوگوں کو منع نہیں کیا تھا کہ اپنے ساتھ کوئی آدمی لیئے بغیر کوئی باہر نہ نکلے؟'' پھر رسول اللہ ﷺ نے خناق میں مبتلا شخص کیلئے دعا فرمائی اور وہ تندرست ہو گیا۔جو آدمی طے کی پہاڑیوں میں جا گرا تھا اسے رسول اللہ ﷺ کی مدینہ واپسی کے بعد طے کے قبائل لے کر حاضر ہوئے تھے۔

قیامِ حجر کی روایت کو زہری نے یوں بیان کیا ہے۔''جب رسول اللہ ﷺ مقامِ حجر سے گزرے تو آپ ﷺ نے اپنا چہرہ مبارک کپڑے سے ڈھانپ لیا اور اپنی اونٹنی کو تیز کر دیا۔پھر فرمایا: ''ان لوگوں کے رہنے کی جگہوں میں جنہوں نے ظلم کیئے، داخل نہ ہونا، مگر یہ کہ تم روتے ہوئے داخل ہو، اس بات سے ڈرتے ہوئے کہ جو مصیبت ان ظالموں پر آئی کہیں وہ تم پر بھی نہ آ جائے۔'' جب صبح ہوئی تو پانی عنقا تھا۔لوگوں نے اس بات کی رسول اللہ ﷺ کو خبر دی۔آپ ﷺ نے دعا فرمائی۔کچھ دیر بعد موسلا دھار بارش شروع ہو گئی۔یہ بالکل بے موسمی بارش تھی۔لوگ سیراب ہو گئے اور پانی بھی ذخیرہ کر لیا۔

رسول اللہ ﷺ آگے روانہ ہوئے تو ایک شخص پیچھے رہ گیا۔صحابہ نے حضور ﷺ کو بتایا کہ ایک شخص پیچھے رہ گیا ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا ''اسے چھوڑ دو! اگر اس میں کوئی

Marfat.com

اکتیسواں باب

یومِ تبوک

فتحِ مکہ اور غزوۂ حنین و طائف کے بعد اب پورے عرب میں کوئی ایسی طاقت موجود نہ رہی تھی جو مسلمانوں سے ٹکر لے سکتی۔ البتہ رومی حکمران اور انکے ماتحت عرب حکمران اسلام کی بڑھتی ہوئی قوت سے خطرہ محسوس کر رہے تھے۔ جنگِ موتہ میں انہیں مسلمانوں سے تصادم کا تلخ تجربہ ہو چکا تھا۔ ادھر مسلمان بھی بازنطینی فوج کے طریقِ جنگ اور قوت کا اندازہ لگا چکے تھے۔ مسلمانوں کو اب اگر کوئی خطرہ تھا تو صرف رومی حملے کا تھا۔ آلِ غستان شامی سرحد کے قریب آباد تھے اور رومیوں کی نمائندگی کرتے تھے۔

جنگِ مُوتہ میں مسلمانوں نے جس بہادری اور بے جگری کا ثبوت دیا تھا، اسکا شہرہ پورے عرب میں پھیل چکا تھا۔ ادھر حیرہ میں ایرانیوں نے عیسائیوں پر کاری ضرب لگائی تھی۔ چنانچہ ہرقل روم نے یہ پختہ ارادہ کرلیا کہ وہ ایرانیوں اور مسلمانوں دونوں کو کچل کر رکھ دے گا تاکہ رومی سلطنت کا رعب و دبدبہ پورے علاقے میں پھیل جائے۔ اس مقصد کے لیئے اس نے رومی فوج اور اپنے ماتحت عرب قبائل کو جنگ کے لیئے تیار کرنا شروع کر دیا۔

شام سے آنے والے تاجر مدینے میں یہ خبریں متواتر لا رہے تھے کہ آلِ غستان عنقریب رومی سپاہ کے ساتھ مل کر مدینہ پر یلغار کرنے والے ہیں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے بھی رومی افواج کا مقابلہ کرنے کی تیاریاں شروع کر دیں۔

Marfat.com

(۱) تیاری اور روانگی:

رسول اللہ ﷺ نے خلاف معمول اس مہم کو صیغۂ راز میں نہ رکھا بلکہ صاف طور پر لوگوں میں اعلان فرما دیا کہ تبوک کی طرف یلغار کا ارادہ ہے۔ اسکی بڑی وجہ یہ تھی کہ اس سال ملک میں شدید قحط پڑا ہوا تھا۔ گرمی اپنے عروج پر تھی۔ مدینے سے تبوک تک کی مسافت بھی طویل اور کٹھن تھی۔ اس لیئے آپ ﷺ نے منزلِ مقصود کے بارے میں ''توریہ'' اختیار نہ فرمایا تا کہ مجاہدین غلط فہمی میں نہ رہیں اور جس حد تک ممکن ہو، مکمل تیاری کے ساتھ جہاد کیلئے نکلیں۔

مجاہدین کے لیئے سواری کے جانور اور آلاتِ حرب بہت کم تھے۔ آپ ﷺ نے صدقات و عطیات کا عام اعلان فرما دیا۔ آپ ﷺ کے حکم کے بموجب مدینہ اور اطرافِ مدینہ سے مجاہدین جوق در جوق اکٹھا ہونا شروع ہو گئے۔ لوگوں نے جنگ کے مصارف کیلئے دل کھول کر چندہ دیا۔ حضرت عثمانؓ نے نو سو اونٹ (پالان اور کجاووں سمیت)، ایک سو گھوڑے، دو سو اوقیہ (تقریباً ساڑھے انتیس کلو) چاندی اور ایک ہزار دینار عطیہ دیئے۔ حضرت عبدالرحمن عوف نے دو سو اوقیہ چاندی نذر کی۔ حضرت ابو بکرؓ نے اپنا کل اندوختہ جو چار ہزار درہم کے قریب تھا لا کر پیش کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے اپنا آدھا مال دے دیا۔ اسی طرح حضرت عباسؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت سعدؓ بن عبادہ، حضرت محمدؓ بن مسلمہ اور دیگر کئی اصحاب نے بڑھ چڑھ کر عطیات دیئے۔ البتہ منافقین کا ایک گروہ تھا جو خیرات سے پہلو بچا رہا تھا اور جنگ سے بھی کترا رہا تھا۔ یہ لوگ طرح طرح کے بہانے بناتے اور لوگوں کو جنگ سے برگشتہ کرنے کی باتیں کرتے۔

نبی ﷺ کی مسلسل ترغیب و دعوت اور تگ و دو سے بالآخر لشکرِ اسلام تشکیل

Marfat.com

پا گیا۔ مجاہدین کی تعداد تیس ہزار کے لگ بھگ تھی۔ دس ہزار گھوڑے تھے اور اونٹ اتنے کم تھے کہ ہر اٹھارہ آدمیوں کے لیئے محض ایک اونٹ تھا جس پر وہ باری باری سوار ہو سکتے تھے۔ اشیائے خورد و نوش کی بھی بہت قلت تھی اور بعض اوقات مجاہدین درختوں کی پتیاں وغیرہ کھانے پر بھی مجبور ہو جاتے تھے یا نہ چاہتے ہوئے بھی اونٹ ذبح کر دیتے تھے۔ اسی لیئے اس لشکر کو ''جَیشِ عُسرت'' (بے سروسامانی کا لشکر) بھی کہا گیا۔

جب لشکر روانہ ہونے لگا تو کچھ افلاس زدہ مسلمان حاضر ہوئے اور رسول اللہ ﷺ سے غزوے میں شرکت کی استدعا کی۔ لیکن حضور ﷺ نے انہیں اونٹوں کی قلت کے پیش نظر شامل نہ کیا۔ یہ لوگ روتے ہوئے واپس چلے گئے۔ بقول ابن ہشام یہ بنو عمرو بن عوف کے سات لوگ تھے۔ چند مسلمان بعض ناگزیر وجوہ کی بنا پر شریک نہ ہو سکے اور انہیں متہم بھی نہ کیا گیا۔

آپ ﷺ کا معمول تھا کہ ہر غزوے کے موقع پر اپنی ازواجِ مطہرات میں سے کسی کا نام بذریعہ قرعہ نکالا کرتے تھے۔ لیکن اس غزوہ میں آپ ﷺ نے کسی زوجہ کو ساتھ نہ لیا۔ اپنے اہل و عیال کی حفاظت کی غرض سے حضرت علیؓ کو حکم دیا کہ وہ پیچھے رہیں اور حضور ﷺ کی نیابت کریں (1)۔

آپ ﷺ نے مدینہ پر حضرت محمد بن مسلمہ یا سباع بن عرفطہ کو عامل مقرر فرمایا۔ حضور ﷺ کا لشکر ثنیۃ الوداع سے رجب ۹ھ کو تبوک کیلئے روانہ ہوا۔

(۲) سفرِ تبوک:

لشکرِ اسلام نے ابھی نصف راستہ ہی طے کیا تھا کہ مقامِ حجر (2) آ گیا۔ یہاں آپ ﷺ نے پڑاؤ ڈالنے کا حکم دیا۔ آپ ﷺ نے مجاہدین کو تاکید فرمائی کہ یہاں کا پانی

Marfat.com

بالکل نہ پئیں اور نماز کیلئے بھی یہاں کا پانی استعمال نہ کریں۔ حتیٰ کہ آپ ﷺ نے یہ بھی کہہ دیا کہ جو آٹا بھی اس پانی سے گوندھا گیا ہے وہ اونٹوں کو کھلا دیا جائے۔ آپ ﷺ نے مزید تاکید فرمائی کہ رات کو کوئی شخص اکیلا لشکر سے زیادہ دور نہ جائے۔ اگر کسی کو مجبوراً باہر جانا بھی پڑے تو وہ اپنے ساتھ کسی دوسرے آدمی کو رکھے۔ حضور ﷺ کے اس حکم کی بنو ساعدہ کے دو آدمیوں کے علاوہ سب نے تعمیل کی۔ پہلا آدمی رفعِ حاجت کیلئے اکیلا ہی کافی دور نکل گیا۔ اسے راستے میں خناق ہو گیا۔ دوسرا آدمی اپنے اونٹ کی تلاش میں لشکر سے دور چلا گیا۔ اسے تیز ہواؤں نے اٹھا کر طے کی پہاڑیوں میں پھینک دیا۔ رسول اللہ ﷺ کو جب اطلاع ملی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا میں نے تم لوگوں کو منع نہیں کیا تھا کہ اپنے ساتھ کوئی آدمی لیئے بغیر کوئی باہر نہ نکلے؟'' پھر رسول اللہ ﷺ نے خناق میں مبتلا شخص کیلئے دعا فرمائی اور وہ تندرست ہو گیا۔ جو آدمی طے کی پہاڑیوں میں جا گرا تھا اسے رسول اللہ ﷺ کی مدینہ واپسی کے بعد طے کے قبائل لے کر حاضر ہوئے تھے۔

قیامِ حجر کی روایت کو زہری نے یوں بیان کیا ہے۔ ''جب رسول اللہ ﷺ مقامِ حجر سے گزرے تو آپ ﷺ نے اپنا چہرہ مبارک کپڑے سے ڈھانپ لیا اور اپنی اونٹنی کو تیز کر دیا۔ پھر فرمایا: ''ان لوگوں کے رہنے کی جگہوں میں جنہوں نے ظلم کیئے، داخل نہ ہونا، مگر یہ کہ تم روتے ہوئے داخل ہو، اس بات سے ڈرتے ہوئے کہ جو مصیبت ان ظالموں پر آئی کہیں وہ تم پر بھی نہ آ جائے۔'' جب صبح ہوئی تو پانی عنقا تھا۔ لوگوں نے اس بات کی رسول اللہ ﷺ کو خبر دی۔ آپ ﷺ نے دعا فرمائی۔ کچھ دیر بعد موسلا دھار بارش شروع ہو گئی۔ یہ بالکل بے موسمی بارش تھی۔ لوگ سیراب ہو گئے اور پانی بھی ذخیرہ کر لیا۔

رسول اللہ ﷺ آگے روانہ ہوئے تو ایک شخص پیچھے رہ گیا۔ صحابہ نے حضور ﷺ کو بتایا کہ ایک شخص پیچھے رہ گیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''اسے چھوڑ دو! اگر اس میں کوئی

خیر ہے تو وہ تم سے آ ملے گا اور اگر اس میں کوئی شر ہے تو اللہ نے تمہیں اس سے نجات دے دی!'' یہ پیچھے رہ جانے والے حضرت ابو ذرؓ غفاری تھے۔ انکا اونٹ اڑنے لگا تھا۔ انہوں نے کچھ دیر تو اونٹ کو چلانے کی کوشش کی، پھر اپنا سامان اٹھا کر اپنی پشت پر رکھا اور پیدل ہی لشکر کے پیچھے چلنے لگے۔ اگلی منزل پر لشکر نے پڑاؤ ڈالا۔ کچھ دیر بعد انہوں نے ایک شخص کو تنہا آتے دیکھا تو رسول اللہ ﷺ کو مطلع کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا'' دیکھو! کہیں ابو ذرؓ نہ ہو!'' صحابہ نے غور سے دیکھا تو ابو ذرؓ کو پہچان لیا اور رسول اللہ ﷺ سے کہا: '' یہ واقعی ابو ذرؓ ہی ہیں!'' اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا'' اللہ ابو ذرؓ کے حال پر رحم کرے! یہ شخص تنہا چلے گا، تنہا مرے گا اور حشر کے روز بھی تنہا ہی اُٹھایا جائے گا!'' (3)

دوران سفر ایک رات کچھ صحابہ نے لشکر کے کنارے پر روشنی دیکھی۔ یہ متجسس ہو کر وہاں پہنچے تو دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کچھ رفقاء کے ساتھ ایک میت کے پاس تشریف فرما ہیں۔ یہ میت حضرت عبداللہ ذوالبجادین کی تھی۔ عبداللہ مدینہ کے مضافات میں رہتے تھے۔ انہیں رسول اللہ ﷺ سے ملنے کا بہت اشتیاق تھا۔ لیکن ان کا ظالم چچا انہیں اسلام سے باز رکھنے کی کوشش کرتا اور ان پر بہت تشدد کرتا تھا۔ ایک دن عبداللہ گھر سے بھاگ گئے۔ اس وقت انکے تن پر صرف ایک چادر تھی۔ جب یہ رسول اللہ ﷺ سے ملنے پہنچے تو انہوں نے چادر کو پھاڑ کر دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ ایک کو تہمبند کی طرح باندھ لیا اور دوسرے کو جسم پر اوڑھ لیا۔ '' بجاد'' موٹی اور کھردری چادر کو کہتے ہیں۔ اسی وجہ سے انہیں '' ذوالبجادین'' یعنی دو چادروں والا کہا جانے لگا۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں اصحابِ صفہ میں شامل کر لیا تھا۔ غزوہ تبوک میں یہ بھی فوج میں شامل ہو گئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا تھا '' عبداللہ! اگر تم تبوک نہ بھی پہنچ سکو اور راستے میں ہی فوت ہو جاؤ، تب بھی شہید کہلاؤ گے!'' خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ انہیں راستے میں سخت بخار ہو گیا اور یہ وفات

Marfat.com

پا گئے۔ رسول اللہ ﷺ کے قریبی ساتھیوں نے ان کی قبر کھودی۔ حضور ﷺ قبر میں اترے اور کچھ دیر کے لیئے قبر میں لیٹے۔ پھر آپ ﷺ نے میت کو خود اٹھایا اور بڑی محبت اور آہستگی کے ساتھ قبر میں اتارا۔ پھر آپ ﷺ نے عبداللہ کی پیشانی پر بوسہ دیا۔ عبداللہ کی اس عزت افزائی پر اکابر صحابہ نے بے اختیار کہا:

یٰلَیتَنِی کُنتُ صَاحِبُ الحُفرَۃَ ''کاش اس قبر میں میں ہوتا۔''

ابوخثیمہؓ گرمی کی شدت کی وجہ سے لشکر کے ساتھ نہ آئے تھے۔ جب مسلمان روانہ ہو چکے تو یہ اپنے باغ میں گئے جہاں ان کی دو خوبصورت بیویوں نے سائبان لگا رکھا تھا اور چھڑکاؤ وغیرہ کر کے کھانے پر ان کا انتظار کر رہی تھیں۔ یہ جب وہاں پہنچے تو اچانک ان کے دل میں خیال آیا کہ نبی ﷺ تو دھوپ اور سفر کی سختیاں برداشت کر رہے ہیں اور میں یہاں عیش کر رہا ہوں۔ اسی وقت انہوں نے اپنی بیویوں کو حکم دیا کہ وہ زادِ راہ تیار کریں۔ پھر انہوں نے کجاوہ کسا اور روانہ ہو گئے۔ جب یہ لشکرِ اسلام سے جا کر ملے تو حضور ﷺ تبوک پہنچ چکے تھے۔ انہوں نے حضور ﷺ کو سارا قصہ بیان کیا۔ حضور ﷺ نے ان کے لیے دعائے خیر کی۔ اپنی اس کیفیت کو انہوں نے مندرجہ ذیل شعر میں بیان کیا:

تَرَکتُ خِضیاً فِی العَرِیشِ وَ صِرمَۃً صَفَایَا کِرَاماً بُسرُ ھَا قَد تَحَمَّما

''میں نے عریش میں خوبصورت بیوی کو چھوڑا اور کھجوروں سے لدے ہوئے بہترین درخت چھوڑے جن کے پھل پک کر سیاہ ہو چکے تھے۔''

(۳) تبوک میں:

تبوک مدینے سے ڈیڑھ سو میل دور ایک مقام ہے اور مدینہ اور دمشق کے درمیان واقع ہے۔ یہاں پہنچ کر آپ ﷺ نے نماز کے بعد ایک مختصر اور جامع خطبہ ارشاد

فرمایا(4)۔اسلامی لشکر کی آمد سے ان اطراف کے قبائل ادھر ادھر منتشر ہو گئے تھے۔رومی افواج ہمیشہ سے صحرا میں جنگ کرنے سے خائف تھی۔انہوں نے مسلمانوں سے مقابلہ کرنے کے لیئے زیادہ تر انحصار عرب قبائل پر کیا ہوا تھا۔جب یہ قبائل ہی مسلمانوں کی آہٹ سے تتر بتر ہو گئے تو انہیں بھی مسلمانوں کے مقابل آنے کا حوصلہ نہ ہوا۔ابھی مُوتہ کے معرکے کو پورا سال نہیں گزرا تھا۔تین ہزار کی مختصر فوج نے انہیں جو چرکے لگائے تھے انہیں ابھی وہ نہیں بھولے تھے۔اور اب تو تیس ہزار کی سپاہ اپنے سالارِ اعظم ﷺ کے زیر کمان یہاں پہنچی تھی۔الغرض شام کی سرحد پر نبی ﷺ نے بیس روز تک رومی افواج کا انتظار کیا لیکن ان کا دور دور تک پتہ نہ تھا۔حضور ﷺ کی اس مہم کے نہ صرف اندرونِ عرب بلکہ بیرونی قوتوں پر بھی بڑے دوررس نتائج مرتب ہوئے۔

ایلہ کے بادشاہ یحنہ بن رویہ کو حضور ﷺ نے صلح کا پیغام بھیجا۔وہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔اس نے صلح کا معاہدہ کیا اور جزیہ دینا منظور کر لیا۔حضور ﷺ نے ایلہ کے حاکم سے صلح کا معاہدہ تحریری طور پر کیا تھا اور معاہدے کی نشانی کے طور پر اسے اپنی یمنی چادر عطا کی تھی۔جَربا اور ازرح کے حکمرانوں نے بھی جزیہ دینا قبول کر لیا۔حضور ﷺ نے حضرت خالدؓ بن ولید کو چار سو بیس سواروں کا دستہ دے کر اکیدر کی طرف روانہ کیا۔ اکیدر دُومۃ الجندل کا حاکم تھا۔خالدؓ سے گرفتار کر کے رسول اللہ ﷺ کے پاس لے آئے۔ اس نے بھی معافی مانگ لی اور جزیہ دینا قبول کر لیا۔اکیدر(6) نے دو ہزار اونٹ، آٹھ سو غلام، چار سو زرہیں اور چار سو نیزے نذر کیئے۔ان حکمرانوں کی دیکھا دیکھی متعدد قبائل نے مسلمانوں کی اطاعت قبول کر لی۔اسطرح تقریباً وہ تمام قبائل اور گروہ جنہیں رومی سلطنت اپنے مقاصد کیلئے استعمال کرتی آئی تھی، اب رسول اللہ ﷺ کے تابعِ فرمان بن گئے۔ عرب کا شمالی سرحدی علاقہ جو عرصے سے شورشوں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا، اب سلطنتِ

اسلامیہ کا حصہ بن گیا اور اسلامی ریاست کی سرحد براہِ راست بازنطینی سلطنت کی سرحد سے جا ملی۔

(۴) واپسی کا سفر:

آپ ﷺ نے بیس دن تک رومیوں کا انتظار کیا۔ اس دوران آپ ﷺ نے اردگرد کے قبائل سے صلح کے معاہدے کیئے۔ پھر آپ ﷺ نے واپسی کا سفر شروع کر دیا۔ راستے میں ایک چشمہ پڑتا تھا۔ اس کے بارے میں آپ ﷺ نے حکم دیا کہ جو لوگ پہلے وہاں پہنچ جائیں، وہ اسکا پانی نہ پیئں اور آپ ﷺ کے آنے کا انتظار کریں۔ یہ چشمہ وادیٔ مشقق میں تھا اور اسکا پانی اتنا کم نکلتا تھا کہ ایک وقت میں محض چند افراد ہی سیراب ہو سکتے تھے۔ کچھ منافقین رسول اللہ ﷺ سے پہلے ہی چشمے پر پہنچ گئے اور اسکا جتنا پانی تھا پی گئے۔ جب آپ ﷺ وہاں پہنچے تو پانی ختم ہو چکا تھا۔ آپ ﷺ کے استفسار پر صحابہ نے بتایا کہ فلاں فلاں لوگ پانی پی گئے ہیں۔ آپ ﷺ نے ان لوگوں پر لعنت بھیجی۔ پھر آپ ﷺ اپنی سواری سے اترے اور اس پتھر پر اپنا دستِ مبارک رکھا جہاں سے پانی قطرہ قطرہ نکل رہا تھا۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ پانی آپ ﷺ کے ہاتھ پر بہنے لگا۔ آپ ﷺ نے چلو میں پانی بھر کے چٹان پر چھڑک دیا اور دعا فرمائی۔ چند لمحوں بعد بادل کی گرج جیسی آواز سنائی دی اور چشمے سے پانی تیزی کے ساتھ ابلنے لگا۔ لوگوں نے جی بھر کر پانی پیا اور سفر کیلئے محفوظ کر لیا (6)۔

واپسی سفر میں ایک گھاٹی سے گزرتے ہوئے آپ ﷺ تھوڑی دیر کیلئے اپنے لشکر سے الگ ہو گئے۔ اس وقت آپ ﷺ کے ہمراہ صرف دو اصحاب تھے۔ ایک حضرت عمارؓ جو ناقہ کی مہار تھامے آگے چل رہے تھے اور دوسرے حضرت حذیفہؓ جو اونٹنی کو ہانک رہے تھے۔ آپ ﷺ کا لشکر دوسری وادی کے نشیبی حصے سے گزر رہا تھا۔ اس موقع پر بارہ منافقین نے

Marfat.com

کوشش کی کہ آپ ﷺ کو قتل کر دیا جائے ۔ یہ چہروں کو چھپائے ہوئے عقب سے آپ ﷺ کی طرف بڑھے۔آپ ﷺ نے انکے قدموں کی آواز سن لی اور حضرت حذیفہؓ کو ان کی طرف بھیجا۔حضرت حذیفہ نے اپنی ڈھال سے انکے چہروں پر ضربات لگانا شروع کر دیں۔پھر یہ لوگ خوفزدہ ہو کر بھاگ نکلے۔رسول اللہ ﷺ نے حذیفہؓ کو انکے نام بتائے (7)۔قرآنِ حکیم میں اس واقعہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ وَهَمُّوا بِمَا لَمْ يَنَالُوا (توبہ:۷۴)

جب مدینہ تھوڑی دور رہ گیا تو آپ ﷺ نے مقام ''ذی اوان'' میں پڑاؤ ڈالا۔ یہیں خذام بن خالد اور اسکے ساتھیوں نے مسجدِ ضرار بنائی تھی۔حضور ﷺ جب تبوک جا رہے تھے تو اس نے آ کر آپ ﷺ سے درخواست کی تھی کہ آپ ﷺ اس مسجد میں نماز پڑھائیں جو بقول انکے انہوں نے سردی کی راتوں سے بچنے اور معذوروں کیلئے بنائی تھی۔آپ ﷺ نے اس وقت فرمایا تھا کہ ابھی جلدی میں ہوں، واپسی پر نماز پڑھاؤنگا۔

مسجدِ ضرار مسجد قبا سے تھوڑے فاصلے پر ہی مشرقی سمت میں بنائی گئی تھی۔ بظاہر مسجدِ قبا کے ہوتے ہوئے اس مسجد کی ضرورت نہ تھی۔لیکن منافقین نے یہ جواز پیش کیا کہ یہ مسجد محتاجوں، ضعیفوں اور سردی کی راتوں کے لیئے بنائی گئی ہے۔لہذا کسی کو اس پر اعتراض نہ ہوا۔لیکن رسول اللہ ﷺ کو علم تھا کہ اسکی تعمیر کے پس پردہ کون سے مذموم محرکات کارفرما ہیں۔دراصل جب آپ ﷺ نے رومیوں سے جنگ کرنے کا فیصلہ کیا تھا تو منافقین کو یہ پختہ یقین ہو گیا تھا کہ مسلمان رومیوں سے ٹکرا کر فنا ہو جائیں گے۔انہوں نے سوچا کہ رومی جب عرب کے اندر آئیں گے تو مسجدِ ضرار انکے لیئے مرکز کا کام دے گی۔اسی لیئے بقول حافظ ابن کثیر یہ بظاہر مسجد تھی لیکن بباطن دارالحرب تھی۔

رسول اللہ ﷺ نے مالک بن دخشم اور معن بن عدی کو حکم دیا کہ وہ جا کر اس مسجد

Marfat.com

کو نذرِ آتش کر دیں۔ چنانچہ یہ اصحاب گئے اور انہوں نے مسجدِ ضرار کو جلا دیا (8)۔

(۵) مخلّفین کا معاملہ:

یہ غزوہ مسلمانوں کیلئے سخت آزمائش تھا۔ جو لوگ بغیر کسی جائز عذر کے اس میں شریک نہ ہوئے، منافق قرار دیئے گئے۔ مدینہ واپسی کے بعد مسلمان حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان کے پاس اپنے تخلّف کا کوئی معقول عذر نہ تھا، تاہم یہ سچے مسلمان تھے۔ یہ حضرت کعب بن مالک، مرارہ بن ربیع اور ہلال بن امیہ تھے۔ انہوں نے حیلے بہانے بنانے کی بجائے صاف صاف یہ اعتراف کر لیا کہ وہ اپنی سستی کی وجہ سے پیچھے رہ گئے تھے۔ حضور ﷺ نے حکم دے دیا کہ ان سے بات چیت بند کر دی جائے۔ چنانچہ ان کا مقاطعہ کر دیا گیا۔ ان کی زندگیاں انتہائی تلخ ہو گئیں۔ چالیس روز گزرنے کے بعد حکم ہوا کہ وہ اپنی بیویوں سے بھی الگ ہو جائیں۔ اس عذاب کی حالت میں انہیں پچاس روز گزر گئے۔ پھر اللہ کی طرف سے انہیں معافی مل گئی (جس کا ذکر سورۂ توبہ: ۱۱۸ میں ہے۔) (9)

(۶) یومِ تبوک پر ایک نظر:

(۱) غزوۂ تبوک رسول اللہ ﷺ کا آخری غزوہ تھا۔ آپ ﷺ نے کل پچاس روز اس میں بسر کیئے۔ بیس روز آپ ﷺ نے تبوک میں قیام فرمایا اور پندرہ پندرہ دن آنے جانے میں لگے۔ اس غزوے کے بارے میں قرآن حکیم کی متعدد آیات نازل ہوئیں، کچھ پہلے اور کچھ بعد میں۔ (ملاحظہ فرمایئے سورۂ توبہ!)

(۲) تبوک کی مہم ایک نہایت کٹھن، صبر آزما اور خطرناک مہم تھی۔ اس سال گرمی نے پچھلے تمام ریکارڈ توڑ دیئے تھے۔ پھل پک کر تیار ہو چکے تھے۔ ایسے میں گھروں سے دور جانے کا فیصلہ نہایت صبر آزما تھا۔ قحط کے دنوں میں صدقہ و خیرات کی اپیل پر لبیک کہنا

Marfat.com

بڑے دل گردے کا کام تھا۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ دور دراز کا بے سروسامانی کے عالم میں پر صعوبت سفر اور وہ بھی دنیا کی سب سے بڑی فوجی طاقت سے ٹکرانے کے لیئے! ان سب عوامل نے مل کر مومنین اور منافقین کی پہچان کرادی۔ چنانچہ غزوے کے بعد مسلمانوں نے منافقوں کے ساتھ سخت رویہ اپنایا اور انکی ریشہ دوانیوں سے مصلحتاً درگزر کرنے کی روش ترک کردی یہی وجہ تھی کہ حضرت عمرؓ نے حضور ﷺ کو مشورہ دیا تھا کہ آپ ﷺ عبداللہ بن ابی کا جنازہ نہ پڑھایں۔ لیکن آپ ﷺ نے اسکی اولاد کی دلدہی کیلئے اسکی نماز جنازہ پڑھا دی۔ لیکن بعدازاں قرآن حکیم میں حضرت عمرؓ کے موقف کی تائید کردی گئی اور منافقین کی نمازِ جنازہ پڑھانے سے منع کردیا گیا۔

(۳) جنگِ موتہ اور فتح مکہ کے بعد عرب اور بالخصوص مدینہ میں رومی حملے کی افواہیں پھیلنا شروع ہوگئی تھیں۔ عرب قبائل رومیوں کی متوقع یلغار سے بہت خوفزدہ تھے۔ نبی ﷺ نے بجائے مدینے میں بیٹھ کر رومیوں کا انتظار کرنے کے، انکی سرحد پر جاکر مقابلہ کرنے کا جو تاریخی فیصلہ کیا، اس سے عرب قبائل پر نہایت خوشگوار اور مثبت اثرات مرتب ہوئے۔ متفرق اور متنوع عرب قبائل میں بیرونی جارحیت کے خلاف یکجہتی کا احساس پیدا ہوا۔ شمالی سرحد پر جو عرب قبائل مدتوں سے رومیوں کے آلۂ کار بنے ہوئے تھے، وہ بھی عرب اتحاد میں شریک ہوگئے۔ اب پورے عرب میں ایک ہی طاقت تھی، یعنی رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے دین کی طاقت۔

(۴) رومیوں نے جس زوروشور سے جنگ کی تیاریاں شروع کی تھیں اور پھر جسطرح مقابلے سے گریز کیا تھا، اس سے انکی عالمی ساکھ کو سخت دھچکا لگا۔ غسانی قبائل ان سے بددل ہوکر رسول اللہ ﷺ کے زیرنگین آ گئے۔ نئے دین میں داخل ہونے کیلئے وفود کی آمد کا سلسلہ تو فتح مکہ کے بعد ہی شروع ہوگیا تھا، لیکن غزوۂ تبوک کے بعد تو وفود کا تانتا بندھ گیا۔

Marfat.com

اردگرد کی ریاستوں پر بھی مسلمانوں کی دھاک بیٹھ گئی۔

(۵) غزوۂ تبوک سے واپسی پر بعض لوگ مایوس تھے کہ انکی تلواریں نیاموں میں ہی بند رہ گئیں اور وہ مال غنیمت سے محروم رہ گئے۔لیکن جب حضرت خالدؓ بن ولید وہ مال و غنائم لے کر مدینے پہنچے جو مسلمانوں کو شمالی قبائل سے معاہدات کے تحت حاصل ہوئے تھے تو انکی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ایسے لوگوں کو جلد ہی احساس ہو گیا کہ یہ غزوہ اپنے دامن میں اہلِ عرب کیلئے کتنے فیوض و برکات لایا ہے۔

o

Marfat.com

بتیسواں باب

قبولِ اسلام کی ملک گیر لہر

ہم یہ دیکھ آئے ہیں کہ پورے عرب میں اہل قریش سیاسی، مذہبی اور سماجی طور پر مقتدر حیثیت رکھتے تھے۔ فتحِ مکہ کے بعد انکی یہ مقتدر حیثیت رسول اللہ ﷺ کو منتقل ہوگئی۔ اب رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ اقدس جزیرۃ العرب کا مرکز بن چکی تھی۔ ایسے میں سیاسی و سماجی سطح پر دو متخالف قوتوں نے زبردست تحرک وتموج پیدا کیا۔ مختلف قبائلِ عرب کی ہمہ گیر لہر مرکز مائل قوت (Centripetal Force) کی حیثیت سے حضور ﷺ کی طرف کھینچنے لگی۔ اسکے ساتھ ساتھ غیر مسلم اور مشرک قبائل مرکز گریز قوت (Centrifugal Force) کی حیثیت سے خود ہی عرب سے نکل گئے یا نکال دیئے گئے (1)۔

یوں تو ہجرت کے بعد سے ہی مختلف قبائل اسلام قبول کرنے کیلئے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو رہے تھے، لیکن ہجرت کے نویں اور دسویں سال تو اطرافِ عرب سے قبول اسلام کے لیئے آنے والے وفود کا تانتا بندھ گیا۔ ان وفود کی صحیح تعداد اور کیفیات کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ سیرتِ شامی میں ان کی تعداد ایک سو چار تک پہنچ گئی ہے۔ ابن سعد ستر کی تعداد بتاتا ہے۔ حافظ ابن قیمؒ چونتیس وفود کا ذکر کرتے ہیں۔ ''اصح السیر'' میں انتیس یا تیس کا ذکر ملتا ہے۔ سلمان منصور پوری نے چھبیس وفود کے حالات درج کیے ہیں (2)۔ اس میں شک نہیں کہ ان وفود کی تعداد اور کیفیات کے تذکرے میں بعض جگہوں پر مبالغہ آرائی بھی ہوئی ہے، تاہم ملک عرب کی وسعت اور اس میں آباد مختلف قبائل وبطون

Marfat.com

کی کثرت کے پیشِ نظر ایک سو چار کی تعداد بھی کم معلوم ہوتی ہے۔ ہمارے لیئے یہ سمجھ لینا ہی کافی ہے کہ عربوں کی بڑی بڑی آبادیاں اور قبائل بھاری تعداد میں اسلام قبول کر رہے تھے۔ قرآن حکیم کے بقول لوگ فوج در فوج دین میں داخل ہو رہے تھے۔ اب اسلام عرب کا سرکاری دین بن چکا تھا۔

اگر چہ یہ چنداں ضروری نہیں کہ یہاں تمام وفود کا تفصیلی ذکر کیا جائے، تاہم ذیل میں ہم کچھ اہم وفود کا مختصراً ذکر کرتے ہیں تا کہ اسلام کی توسیع اور فروغ کا اندازہ ہو سکے۔ آغاز میں ان وفود کا ذکر بھی کر دیا گیا ہے جو ہجرت کے بعد سے وقتاً فوقتاً قبولِ اسلام کیلئے آتے رہے۔

(۱) وفد مُزَینہ:

یہ غالباً پہلا وفد تھا جو ۵ھ میں مدینہ حاضر ہو کر مسلمان ہوا۔ یہ وفد چار سو افراد پر مشتمل تھا۔ مُزَینہ کا قبیلہ دراصل قبیلہ مضر کی ایک ذیلی شاخ تھا اور اسکا سلسلہ قریش سے جا ملتا تھا۔ یہ قبیلہ مدینہ اور وادی القریٰ کی درمیانی سرزمین پر آباد تھا۔

جب یہ لوگ مدینے آئے تو حضور ﷺ نے انکی ہجرت قبول کر لی، تاہم انہیں واپس جانے کی اجازت دے دی اور فرمایا: تم جہاں بھی جا کر رہو، مہاجر رہو گے۔ چنانچہ یہ لوگ اپنے علاقے کی طرف لوٹ گئے۔ حضرت عمرؓ نے انہیں رخصت کرتے ہوئے کھجوریں زادِ راہ کے طور پر دیں۔

(۲) وفد بنو تمیم:

بنو تمیم کا وفد بھی ہجرت کے بعد ہی مدینہ آیا تھا۔ اس وفد میں بنو تمیم کے کئی روساء بھی شامل تھے۔ یہ لوگ اگر چہ گھروں سے قبولِ اسلام کیلئے نکلے تھے تاہم ان میں عرب

Marfat.com

قبائلیوں کا روایتی اکھڑ پن بدستور موجود تھا۔ چنانچہ مسجدِ نبوی میں پہنچ کر ایک شخص نے اونچی آواز میں پکارا ''محمد (ﷺ) باہر آؤ!'' رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے۔ ان لوگوں نے مسلمانوں سے مفاخرہ کیا۔ بنوتمیم کے نامور خطیبوں نے تقریریں کیں۔ مسلمانوں کی طرف سے بھی اسکا جواب دیا گیا۔ پھر شعرا کا مقابلہ ہوا۔ مسلمانوں کی طرف سے حضرت حسانؓ بن ثابت نے اپنا کلام پیش کیا۔ بنوتمیم کی سفارت بالآخر قائل ہوگئی کہ مسلمانوں کی خطابت اور شاعری کا معیار ان سے بلند ہے۔ ان سب نے اسلام قبول کرلیا۔

(۳) وفد بنی عبدالقیس:

بنی عبدالقیس بحرین کا ایک بڑا قبیلہ تھا۔ اس کا ایک شخص بغرضِ تجارت مدینہ آیا کرتا تھا۔ نبی ﷺ جب ہجرت کر کے مدینہ آئے تو اس شخص منقذ بن حیان نے آپ ﷺ سے ملاقات کی اور مسلمان ہوگیا۔ پھر یہ نبی ﷺ کا ایک دعوتی خط لے کر اپنے قبیلے میں گیا۔ منقذ بن حیان کی کوششوں سے ۱۳ یا ۱۴ اشخاص ایمان لے آئے۔ یہ لوگ منقذ اور عبداللہ بن عوف الاشج کے ساتھ مدینہ آئے۔ نبی ﷺ نے ان لوگوں کی دور اندیشی اور بردباری کی تعریف کی۔

پھر یہ قبیلہ ۹ھ میں مدینے آیا اور مشرف با اسلام ہوگیا۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں اسلام کی تعلیمات اور مختلف اوامر ونواہی سے آگاہ کیا۔ ان کے ساتھ کچھ عیسائی بھی آئے تھے، وہ بھی مسلمان ہوگئے۔ یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد بھی جب کہ کئی قبائل مرتد ہوگئے تھے، اسلام پر سختی سے قائم رہے۔

(۴) وفد بنوسعد بن بکر:

بنوسعد کے قبیلے کی طرف سے ضمام بن ثعلبہ سفیر بن کر ۵ھ میں مدینہ پہنچا۔

بخاری میں حضرت انسؓ سے روایت کی گئی ہے۔ بقول حضرت انس ''ہم لوگ مسجدِ نبوی میں بیٹھے تھے کہ ایک شخص اونٹنی پر سوار وہاں پہنچا۔ یہ ضمام بن ثعلبہ تھا۔ اس نے اونٹنی کو باندھا اور پھر لوگوں سے پوچھا '' محمد (ﷺ) کون ہیں؟ '' رسول اللہ ﷺ تکیہ لگائے تشریف فرما تھے۔ ہم نے آپ ﷺ کی طرف اشارہ کیا۔ ضمام نے حضور ﷺ سے مخاطب ہو کر کہا: ''اے ابن عبدالمطلب ! میں آپ (ﷺ) سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں، لیکن ذرا سختی سے پوچھوں گا۔ اسپر ناراض نہ ہوں!'' آپ ﷺ نے فرمایا'' جو پوچھنا چاہتے ہو پوچھو!'' اس نے استفسار کیا: '' میں آپ (ﷺ) کے اور آپ (ﷺ) سے پہلے کے لوگوں کے پروردگار کی قسم کھا کر پوچھتا ہوں کہ کیا آپ (ﷺ) تمام دنیا کے لیئے پیغمبر بنا کر بھیجے گئے ہیں؟'' آپ ﷺ نے فرمایا'' اللہ گواہ ہے! ہاں''۔ پھر اس نے کہا'' میں آپ (ﷺ) کو پروردگار کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا اللہ نے آپ (ﷺ) کو دن رات میں پانچ وقت نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے؟'' ارشاد ہوا'' اللہ گواہ ہے! ہاں!'' اس نے پھر پوچھا: '' میں آپ (ﷺ) کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ'' کیا اللہ نے سال بھر میں رمضان کے روزے رکھنے کا حکم دیا ہے؟'' حضور ﷺ نے فرمایا'' اللہ گواہ ہے! ہاں!'' ضمام نے پھر پوچھا: '' میں آپ (ﷺ) کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا اللہ نے حکم دیا ہے کہ مالداروں سے صدقہ و زکوٰۃ لے کر ہم محتاجوں میں تقسیم کر دیں؟'' فرمایا: ''اللہ گواہ ہے، ہاں!''

ضمام اس مکالمے کے بعد مسلمان ہو گیا۔ پھر اس نے کہا: '' میں آپ ﷺ کا پیغام لے کر اپنے قبیلے میں جاؤنگا اور اس میں ایک ذرہ کی بھی کمی بیشی نہ کرونگا۔'' اس کے جانے کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا: ''اگر یہ سچ کہتا ہے کہ اس نے فلاح پائی۔''

ضمامؓ نے اپنے قبیلے کو اسلام کی باتیں بتائیں۔ سارا قبیلہ بت پرستی سے تائب ہو

کر مسلمان ہو گیا۔

(۵) اشعریین:

اشعریین یمن کا ایک معزز قبیلہ تھا۔ ابو موسیٰ اشعری کا تعلق اس قبیلہ سے تھا۔ ان تک جب حضور ﷺ کی بعثت اور اسلام کی خبریں پہنچیں تو انکا ایک وفد جو کہ ۵۳ نفوس پر مشتمل تھا رسول اللہ ﷺ کی طرف ہجرت کے ارادے سے نکلا۔ یہ لوگ بحری راستے سے آ رہے تھے۔ اتفاق سے بادِ مخالف انکی کشتی کو دھکیل کر حبشہ کے ساحل کی طرف لے گئی۔ ان دنوں حضرت جعفرؓ اور انکے رفقاء حبشہ میں مقیم تھے۔ یہ لوگ ان سے جا کر ملے اور مشرف با اسلام ہو گئے۔ پھر یہ فتح خیبر کے بعد ۷ھ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور ﷺ نے ان کو خوش آمدید کہا اور فرمایا کہ یمن کے لوگ بڑے رقیق القلب اور نرم دل ہوتے ہیں۔

(۶) دوس:

۷ھ میں دوس کا ایک وفد حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ طفیلؓ دوسی مکی دور میں ہی حضور ﷺ کے دستِ مبارک پر اسلام قبول کر چکے تھے۔ انہی کی کوششوں سے قبیلہ دوس میں اسلام کی روشنی پھیل۔ چنانچہ اسی خاندان ہجرت کے مدینہ آ گئے اور مسلمان ہو گئے۔ حضرت ابو ہریرہؓ بھی انہی مہاجرین میں تھے (3)۔

(۷) قبیلہ طَے:

طے کا قبیلہ بھی بہت مشہور اور طاقتور قبیلہ تھا۔ اسکی دو شاخوں کے سردار زید الخیل اور عدی ابن حاتم طائی تھے۔ زید الخیل ۹ھ میں مدینے آئے اور اسلام قبول کر لیا۔

Marfat.com

زید الخیل نہایت بہادر اور فیاض تھے۔ شہ سوار ہونے کی وجہ سے انہیں الخیل کہا جاتا تھا۔ اسلام لانے کے بعد حضور ﷺ نے اس لقب کو الخیر سے بدل دیا۔

اسی طرح عدی بن حاتم بھی بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور مشرف باسلام ہو گئے۔ گزشتہ صفحات میں یہ ذکر ہو چکا ہے کہ ایک دفعہ ان کی بہن گرفتار ہو کر مدینے آئی تھیں اور یہ خود شام کی طرف فرار ہو گئے تھے۔ حضور ﷺ نے ان کی بہن کی بڑی عزت کی تھی اور اسے واپس بھیج دیا تھا۔ پھر بہن نے عدی کو خط لکھا تھا کہ وہ مدینہ حاضر ہو کر دربارِ رسالت سے وابستہ ہو جائے۔ چنانچہ یہ مدینہ آئے اور اسلام قبول کر لیا۔

(۸) بنو حرث بن کعب:

۹ھ میں آنحضرت ﷺ نے نجران کے ایک معزز قبیلے بنو حرث بن کعب کی طرف حضرت خالد بن ولید کو بھیجا تا کہ وہ انہیں اسلام کی تبلیغ کریں۔ یہ لوگ اسلام کی تعلیمات سے بڑے متاثر ہوئے اور اسلام لے آئے۔ قیس بن الحصین اور یزید عبدالمدان حضور ﷺ کے پاس مدینے میں حاضر ہوئے۔ حضور ﷺ نے قیس کو ان کا سردار مقرر کیا اور انکے اتحاد اور شجاعت کو سراہا۔

(۹) وفدِ ثقیف:

جب آپ ﷺ نے محاصرۂ طائف کو بغیر کسی منطق انجام تک پہنچائے ختم کرنے کا فیصلہ کیا تو بعض صحابہ کو بڑی مایوسی ہوئی تھی اور انہوں نے اہل طائف پر بددعا کرنے کی درخواست کی تھی۔ لیکن حضور ﷺ نے انکے لیئے یہ دعا فرمائی تھی کہ اللہ انہیں سیدھا رستہ دکھائے اور انہیں آپ ﷺ کے پاس لے کر آئے۔ اللہ نے آپ ﷺ کی یہ دعا قبول فرمائی اور کچھ عرصے بعد ہی اہلِ طائف میں اسلام کی روشنی پھیلنے لگی۔

Marfat.com

طائف کے دو بڑے سردار تھے جن میں سے ایک عروہ بن مسعود تھا۔ یہ وہی عروہ تھا جس نے صلح حدیبیہ میں قریش کی نمائندگی کی تھی اور اپنے بیٹے ابو جندلؓ کو پابہ زنجیر قریش کی طرف لوٹ جانے پر مجبور کیا تھا۔ عروہ نہایت زیرک، دور اندیش اور فصیح و بلیغ مقرر تھا۔ اس کے بارے میں ہی کہا جاتا تھا کہ اگر کلام الٰہی کسی دوسرے شخص پر اترتا تو وہ یقیناً عروہ ہی ہوتا۔ حضور جب طائف سے محاصرہ اٹھا کر مدینہ پہنچے تو آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے عروہ بن مسعود بھی پہنچ گیا۔ اس نے حضور ﷺ کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لیا اور پھر طائف لوٹ گیا۔ واپس جاتے ہوئے عروہؓ نے حضور ﷺ سے تبلیغِ اسلام کی اجازت چاہی۔ آپ ﷺ کو اہل طائف کی ہٹ دھرمی کا پورا اندازہ تھا۔ آپ ﷺ نے عروہؓ سے اس خدشے کا اظہار کیا کہ کہیں اہلِ طائف انہیں ہلاک ہی نہ کر دیں۔ لیکن عروہؓ نے اس خطرے کو خارج از امکان قرار دیا اور کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ میری قوم مجھ سے ایسے محبت کرتی ہے جیسے والدین اپنی اکلوتی اولاد سے کرتے ہیں۔

عروہؓ نے واپس آتے ہی اپنی قوم میں تبلیغ اسلام شروع کر دی۔ اس پر قوم نے اپنے سردار کی محبت و عزت کو بالائے طاق رکھا اور انہیں لعن طعن کرنے لگی۔ عروہؓ نے اپنے بالا خانے کی چھت پر چڑھ کر اذان دی۔ ثقیف کے لوگوں نے غیظ و غضب میں عروہؓ پر حملہ کر دیا۔ اوس بن مالک نے تیر مارا جس سے عروہؓ شہید ہو گئے۔ لیکن مرنے سے پہلے انہوں نے اپنے قاتل کا خون معاف کر دیا۔ انہیں ان شہدا کے قریب دفن کر دیا گیا جو محاصرۂ طائف کے دوران کام آئے تھے۔

اسی دوران یہ واقعہ پیش آیا کہ احمس کا رئیس صخر بن عیلہ اپنے فوجی لے کر طائف آ پہنچا۔ اس کو خبر ملی تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے طائف کا محاصرہ کیا ہوا ہے۔ وہ حضور کی مدد کرنے یہاں آیا تھا لیکن آپ ﷺ محاصرہ اٹھا کر جا چکے تھے۔ صخر بن عیلہ نے قسم کھائی

Marfat.com

کہ جب تک ثقیف آنحضرت ﷺ کی اطاعت قبول نہیں کرتے، وہ انکا محاصرہ نہیں چھوڑے گا۔ کچھ عرصے کے محاصرے کے بعد اہل طائف نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت قبول کر لی۔ صخر نے اس کی اطلاع حضور ﷺ کو مدینہ بھجوائی۔ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو مسجدِ نبوی میں جمع کیا اور احمس کے لیئے دس مرتبہ دعا فرمائی (4)۔

اب ثقیف کے لوگوں کو عقل آ چکی تھی۔ انہیں اندازہ ہو گیا تھا کہ اب وہ رسول اللہ ﷺ کے مخالفین کی حیثیت سے عرب میں زندہ نہیں رہ سکتے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے چند سفیر بارگاہِ نبوی میں روانہ کیئے۔ جب یہ لوگ مدینے پہنچے تو مسلمانوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ ان لوگوں کو حضور ﷺ نے مسلمان ہو جانے کی دعوت دی تو انہوں نے اپنی کچھ شرائط پیش کیں جن میں سود، زنا اور شراب کی اجازت، لات کے معبد کو برقرار رکھنا وغیرہ شامل تھیں (5)۔ لیکن حضور ﷺ نے ان کی یہ درخواست مسترد کر دی۔ البتہ بعض معاملات مثلاً زکوٰۃ اور جہاد وغیرہ میں شرائط نرم کر دیں۔ آنحضرت ﷺ کا خیال تھا کہ جب یہ لوگ اسلام میں پختہ ہو جائیں گے تو پھر فرائض کی طرح واجبات بھی پورے کرنے لگ جائیں گے (6)۔

ثقیف کی سفارت واپس چلی گئی تو آپ ﷺ نے ابوسفیانؓ اور مغیرہؓ بن شعبہ کو ان کے پیچھے روانہ کیا تا کہ وہ معبد اللات کو منہدم کر آئیں۔ انہوں نے طائف پہنچ کر لات کا معبد ڈھانا شروع کر دیا۔ عورتیں نوحہ کرتی نکل آئیں۔ لیکن شرک کا یہ بڑا مرکز بھی ختم ہو گیا۔

دو سال کے اندر اندر اسلام نے طائف میں جڑیں پکڑ لیں۔ لہذا حجۃ الوداع کے موقع پر تقریباً تمام ثقفی مسلمان ہو چکے تھے۔

Marfat.com

(۱۰) وفد نَجران:

نَجران کا علاقہ مکہ سے یمن کی جانب سات مرحلوں پر واقع تھا۔ یہاں تقریباً ایک لاکھ عیسائی عرب بستے تھے جو ماہرِ حرب وضرب تھے۔ یہاں انہوں نے حرم کعبہ کے مقابلے میں ایک بہت بڑا گرجا تعمیر کر رکھا تھا اور اسے سرزمینِ عرب پر عیسائیوں کا سب سے بڑا مرکز سمجھا جاتا تھا۔ عیسائیوں کا یہ کعبہ تین سو کھالوں سے گنبد کی شکل میں بنایا گیا تھا۔ جو شخص اسکی حدود میں آجاتا محفوظ و مامون ہو جاتا۔ اسکی سالانہ آمدنی دو لاکھ درہم کے قریب تھی (7)۔

رسول اللہ ﷺ نے ۹ھ میں انہیں ایک خط بھیجا جس میں انہیں اسلام کی دعوت دی گئی تھی۔ اس خط کے جواب میں نجران کے ساٹھ سرکردہ لوگ اور مذہبی پیشوا مدینہ میں حاضر ہوئے۔ چند روز تک انکے رسول اللہ سے مذاکرات اور سوال جواب ہوتے رہے۔ آپ ﷺ نے قرآن حکیم کے حوالے سے انہیں حضرت مسیح کے بارے میں اپنے موقف سے آگاہ فرمایا اور انکے کئی سوالات کے جواب دیئے۔ تاہم یہ لوگ اسلام نہ لائے۔ بالآخر آپ ﷺ نے انہیں مباہلے کی دعوت دی۔ لیکن اس پر مسیحی مبلغین اور دیگر ارکانِ وفد متذبذب ہو گئے۔ کافی بحث وتمحیص کے بعد انہوں نے مباہلے سے اعراض کیا تاہم جزیہ دینا قبول کر لیا۔ انہوں نے مسلمانوں کو دو ہزار جوڑے کپڑے اور ہر جوڑے کے ساتھ ایک اوقیہ (ایک سو باون گرام) چاندی دینا قبول کر لیا۔ اسکے بدلے انہیں ذمیوں کے حقوق اور مذہبی آزادی دے دی گئی۔ رسول اللہ ﷺ نے اس معاہدے کے سلسلے میں انہیں ایک تحریر دے دی۔

اسکے بعد نجران کے عیسائیوں میں بتدریج اسلام پھیلنا شروع ہو گیا اور کچھ

عرصے بعد ہی ان کے کافی لوگ مسلمان ہو گئے۔

(۱۱) وفد بنو اسد:

۹ھ میں بنو اسد کے دس افراد وفد کی صورت میں مدینے آئے۔ یہ ایک بہت بڑا عدنانی قبیلہ تھا جس کی متعدد شاخیں تھیں۔ انکے وفد میں حضرمی بن عامر ضرار بن الازد وابصہ بن معبد اور طلحہ بن خویلد جیسے اشخاص بھی شامل تھے۔

حضرمی نے مدینہ پہنچ کر یہ احسان جتلایا کہ یہ لوگ اندھیری راتوں اور قحط کے زمانے میں سفر کی صعوبتیں سہہ کر قبول اسلام کے لیے آئے ہیں حالانکہ ان پر لشکر کشی نہیں کی گئی۔ سورہ حجرات میں اسی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ یہ لوگ پیغمبر ﷺ پر احسان دھرتے ہیں کہ اسلام لے آئے حالانکہ ان پر خدا کا احسان ہے کہ اس نے انہیں ایمان کی راہ دکھائی۔

(۱۲) وفد بنو فزارہ:

بنو فزارہ کا وفد ۹ھ میں تبوک سے واپسی پر مدینہ آیا۔ اس میں دس سے کچھ زائد افراد تھے اور سب مسلمان ہو چکے تھے۔ عُیَینہ بن حصن اسی قبیلے سے تھے۔ انہوں نے نبی ﷺ سے درخواست کی کہ خشک سالی اور قحط سے نجات کیلئے بارش کی دعا فرمائیں۔ آپ ﷺ نے اس نو مسلم قبیلے کے حق میں دعا فرمائی۔

(۱۳) وفد بنی کندہ:

کندۃ الملوک کا علاقہ حضرموت (یمن) میں تھا۔ اس زمانے میں اشعث بن قیس انکا حاکم تھا۔ اس قبیلے کے اسّی افراد گھوڑوں پر سوار حریری چادریں پہنے نہایت شان

Marfat.com

وشوکت سے مدینے آئے۔ یہ لوگ پہلے ہی مسلمان ہو چکے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ تم اسلام نہیں لائے؟ انہوں نے کہا کہ ہم اسلام لا چکے ہیں۔ پھر حضور ﷺ نے پوچھا کہ یہ حریر کی چادریں کیسی ہیں؟ ان لوگوں نے اسی وقت یہ چادریں اتار کر پھینک دیں۔

(۱۴) وفد بنو عامر:

بنو عامر قبیلہ قیس میلان کی ذیلی شاخ تھے۔ عامر بن طفیل، اربد بن قیس اور جبار بن سلمٰی ان کے بڑے سردار تھے جن کی قیادت میں ایک وفد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ان سرداروں کی نیت میں کھوٹ تھا اور وہ رسول اللہ ﷺ کی فتوحات کو محض دنیاوی نقطہ نظر سے دیکھتے تھے۔ انہوں نے کوشش کی انہیں بھی امور مملکت میں شامل کر لیا جائے۔ اس سلسلے میں انہوں نے اپنے مشروط تعاون کی پیش کش کی۔ ان کا ارادہ تھا کہ دورانِ گفتگو موقعہ پا کر حضور ﷺ کو قتل کر دیا جائے۔ لیکن ان پر رسول اللہ ﷺ کی اتنی ہیبت طاری ہوئی کہ یہ یہاں سے ناکام واپس لوٹ گئے۔ رسول ﷺ ان کے دل کے کھوٹ سے آگاہ ہو چکے تھے۔ آپ ﷺ نے اللہ سے ان کے شر سے بچنے کی دعا کی۔ کچھ ہی عرصے بعد عامر طاعون کی مرض میں مبتلا ہو کر مر گیا اور اربد بن قیس پر آسمانی بجلی گری اور وہ جل کر راکھ ہو گیا۔

(۱۵) وفد عذرہ:

۹ھ میں اس قبیلے کے نو افراد بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے حضور ﷺ کو بتایا کہ وہ عذرہ کی اولاد ہیں جس کا سلسلہ ماں کے توسط سے قصی سے ملتا تھا۔ حضور ﷺ نے انکا استقبال کیا اور انہیں اسلامی تعلیمات سے آگاہ کیا۔ پھر آپ ﷺ نے

Marfat.com

انہیں زادِراہ دے کر رخصت کیا۔

(۱۶) وفدِ بَلّی:

قبیلہ بَلّی سیاسی طور پر ایک اہم قبیلہ تھا۔ یہ لوگ ۹ھ میں مدینے آئے اور اپنے ہی قبیلے کے ایک شخص رُویفع بن ثابت بلوی کے ہاں مقیم ہوئے۔ انہیں بارگاہِ رسالت میں پیش کیا گیا۔ حضور ﷺ کی دعوت پر یہ اسلام لے آئے اور تین دن تک مدینہ میں رہے۔ پھر آپ ﷺ نے انہیں کھجوریں زادِراہ کے طور پر عطا کیں اور نہایت محبت وشفقت کے ساتھ رخصت کیا۔

(۱۷) وفدِ اَزدُ:

اَزد کا قبیلہ یمن میں آباد تھا۔ ان کا ایک وفد صرد بن عبداللہ ازدی کی قیادت میں مدینہ حاضر ہوا اور اسلام قبول کرلیا۔ حضور ﷺ نے صرد بن عبداللہ کو رئیسِ قبیلہ نامزد کیا۔

(۱۸) وفدِ جرش:

جرش یمن کا ایک شہر تھا جس میں ایسے لوگ آباد تھے جو نہایت سرکش اور تند خو تھے۔ صرد بن عبداللہ نے ان کے شہر کا محاصرہ کیا اور سخت مقابلے کے بعد انہیں شکست دے دی۔ اسکے بعد جرش والوں کا ایک وفد مدینہ حاضر ہوا اور مشرف باسلام ہوگیا۔

(۱۹) وفد ہمدان:

مالک بن نمط کی سربراہی میں ہمدان کا ایک وفد جو کہ سو سے زائد افراد پر مشتمل تھا حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مالک بن نمط نے اپنے قبیلے کی طرف سے یہ درخواست کی کہ انہیں مسلمانوں کی برادری میں شامل کرلیا جائے۔ حضور ﷺ نے ان کا

Marfat.com

اسلام منظور فرمایا اور مالک بن نمط کو ہی قبیلے کی سرداری پر فائز رکھا۔ حضرت علیؓ اس وفد کے ساتھ ہمدان گئے اور وہاں کے لوگوں کو اسلامی تعلیمات سے آگاہ کیا۔ وہاں کے سب لوگ مسلمان ہو گئے۔ حضرت علیؓ نے حضور ﷺ کو اس کامیابی پر ایک خط لکھا۔ حضور ﷺ کو یہ اطلاع ملی تو آپ ﷺ اسی وقت سجدے میں گر گئے اور فرمایا السلام علیٰ ہمدان!

(۲۰) فَرْوۃ الجذامی کا قاصد:

فروۃ کو رومی حکومت نے معان کا حاکم مقرر کر رکھا تھا۔ معان میں شام اور عرب دونوں کے علاقے شامل تھے۔ فَروۃ اسلام کی سچائی کے قائل ہو چکے تھے لہذا انہوں نے اپنے مفادات کو بالائے طاق رکھ کر اسلام قبول کر لیا۔ پھر انہوں نے معان سے ایک قاصد روانہ کیا جس کے ہاتھ انہوں نے آنحضرت ﷺ کو اپنے قبولِ اسلام کی اطلاع بھیجی۔ انہوں نے ایک قیمتی سفید خچر بھی بطور ہدیہ بھیجا۔ رومی حکومت کو جب ان کے اسلام لانے کی اطلاع ملی تو انہیں گرفتار کر لیا گیا اور تختہ دار پر لٹکا دیا گیا۔

(۲۱) وفد تجیب:

یمن کے قبیلہ کندہ کا ہی ایک ذیلی وفد جو کہ تیرہ افراد پر مشتمل تھا، مدینہ حاضر ہوا۔ یہ سب لوگ پہلے ہی مسلمان ہو چکے تھے اور مزید راہنمائی اور ہدایت کے لیئے بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوئے تھے۔ یہ اپنے ساتھ اموال، زکوٰۃ اور مویشی وغیرہ بھی لائے تھے۔ حضور ﷺ نے ان سے فرمایا کہ یہ سب کچھ واپس لے جاؤ اور وہاں کے مستحق افراد میں تقسیم کر دو۔ انہوں نے کہا ہم مقامی مستحقین کو دے دلا کر یہ اموال آپ ﷺ کی نذر کر رہے ہیں!

ان لوگوں نے حضور ﷺ سے ضروری استفسارات کیئے اور معلومات وہدایات کو

Marfat.com

تحریری صورت میں محفوظ کر لیا۔ واپسی پر حضور ﷺ نے انہیں کھجوریں بطور زادِراہ عطا کیں۔

(۲۲) وفد بنی سعد ہذیم:۔

قضاعہ کے قبیلہ بنو سعد ہذیم کے کچھ لوگ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ان میں سے بعض نے صدقِ دل سے اسلام قبول کرلیا،لیکن کچھ نے بعض سیاسی مصلحتوں کے تحت صرف اطاعت قبول کی۔واپسی پر آپ ﷺ کے حکم سے حضرت بلالؓ نے انہیں زادِراہ کے طور پر کچھ چاندی دی۔اس وفد کی کوششوں سے پورا قبیلہ ایمان لے آیا۔

(۲۳) وفدِ بہرا:

بہرا بھی یمن کا ایک قبیلہ تھا۔ان کے تیرہ آدمی مدینے میں حاضر ہوئے۔ حضور ﷺ نے انہیں اسلام کی تعلیمات اور حقوق وفرائض سے آگاہ کیا۔ کچھ دن قیام کرنے کے بعد یہ لوگ واپس چلے تو حضور ﷺ نے حسبِ معمول انہیں بھی زادِراہ عطا کیا۔

(۲۴) وفدِ ذی مرّہ:

اس قبیلے کے تیرہ افراد حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچے۔انہوں نے حضور ﷺ کو بتایا کہ لوئی بن غالب کی اولاد ہونے کے ناتے ان کا حضور ﷺ سے نسبی تعلق ہے۔ آپ ﷺ نے ان کے سردار حارث بن عوف سے ان کے علاقے کے حالات پوچھے تو اس نے بتایا کہ خشک سالی اور قحط سے لوگ وہاں بھوکوں مر رہے ہیں۔حضور ﷺ ان کیلئے بارش کی دعا فرمائی۔یہ لوگ جب اپنے علاقے میں واپس پہنچے تو انہیں بتایا گیا کہ عین اسی روز

وہاں موسلا دھار بارش ہوئی تھی جس روز حضور ﷺ نے ان کے لیے دعا فرمائی تھی۔ حضور ﷺ نے انہیں بھی زادِ راہ دے کر روانہ فرمایا تھا۔

(۲۵) وفدِ خولان:

خولان کے دس آدمی حضور ﷺ کے پاس پہنچے اور آپ ﷺ کے دستِ مبارک پر بیعت کی۔ یہ لوگ 'عم انس' نامی بت کے پجاری تھے۔ لیکن اسلام لانے کے بعد انہوں نے اپنے قبیلے میں اسلام کی روشنی پھیلائی اور بت پرستی کا خاتمہ کر دیا۔ جب یہ مدینے سے روانہ ہوئے تو انہیں بھی زادِ راہ عطا ہوا تھا۔

(۲۶) وفدِ محارب:

یہ عرب کا ایک نہایت اکھڑ اور بداطوار قبیلہ تھا۔ مکی دور میں جب آپ ﷺ مختلف قبائل میں جا کر اسلام کی دعوت دیا کرتے تھے تو ایک دفعہ اس قبیلہ میں بھی گئے تھے۔ لیکن اس قبیلے کے لوگ نہایت بے ادبی اور بدتمیزی سے پیش آئے تھے۔ اب انکا دس افراد کا ایک وفد قبولِ اسلام کیلئے حاضر ہوا۔ دورانِ گفتگو آپ ﷺ نے ایک شخص کو غور سے دیکھا تو وہ گھبرا گیا اور خود ہی کہنے لگا ''حضور ﷺ شاید میرے بارے میں کچھ خیال فرما رہے ہیں۔ آپ ﷺ مجھ سے ایک بار عکاظ میں ملے تھے اور میں نے آپ ﷺ سے بڑی گھٹیا گفتگو کی تھی اور آپ ﷺ کے پیغام کو نہایت بھونڈے طریقے سے رد کر دیا تھا۔ یارسول اللہ ﷺ ہمارے ساتھیوں میں سے کوئی مجھ سے زیادہ آپ ﷺ کا اور اسلام کا دشمن نہ تھا۔ لیکن خدا کا شکر ہے کہ اس نے مجھے ایمان و اطاعت کی توفیق دی۔'' پھر اس نے اپنے گناہوں کی معافی مانگی اور دعائے مغفرت کی درخواست کی۔ حضور ﷺ نے ان لوگوں کے لئے دعائے مغفرت کی اور فرمایا اسلام لانے کے بعد ان کے گزشتہ گناہ مٹا دیئے گئے ہیں۔

Marfat.com

(۲۷) وفدِ غسّان:

غسانیوں کا قبیلہ اگر چہ عرب سے ہی تعلق رکھتا تھا تاہم رومیوں کے زیرِ نگین رہنے کی وجہ سے یہ اپنی اصل بھلا بیٹھے تھے اور ان پر عیسائیت کا رنگ چڑھ گیا تھا۔ ان کے تین افراد مدینہ آئے اور اسلام قبول کر لیا۔ تاہم انہوں نے بتایا کہ غسانیوں کا اسلام کی طرف راغب ہونا مشکل ہے۔ جاتے ہوئے حضور ﷺ نے انہیں بھی زادِ راہ عطا کیا۔ ان لوگوں نے غسانیوں میں جا کر اپنے اسلام کو پوشیدہ رکھا۔ ان میں سے دو فوت ہو گئے اور تیسرے جنگِ یرموک میں مسلمانوں کے پاس آ گئے۔

(۲۸) وفدِ سلامان:

یہ سات نفوس پر مشتمل وفد تھا جو حبیب بن عمر کی معیت میں مدینے آیا۔ ان لوگوں نے حضور ﷺ سے اسلام کے بارے مین تعلیم حاصل کی۔ انہوں نے قحط اور خشک سالی کی شکایت کی۔ حضور ﷺ نے ان کے لیئے بھی دعا فرمائی اور ان کے علاقے بارش سے جل تھل ہو گئے۔

(۲۹) وفدِ بنی عیس:

۱۰ھ میں بنی عیس کا وفد یمن سے مدینہ پہنچا۔ یہ لوگ خاص طور پر ہجرت کے بارے میں پوچھنا چاہتے تھے کہ اگر یہ اسلام لانے کے لیئے ضروری ہے تو وہ اپنی املاک واموال فروخت کر کے مدینے آ جائیں۔ حضور ﷺ نے انہیں بتایا کہ اسلام کے ابتدائی دور میں بلاشبہ ہجرت ضروری تھی لیکن اب اسکی ضرورت نہیں رہی اور وہ لوگ جہاں چاہے رہیں اور اسلام کے اصولوں کی پابندی کریں۔ حضور ﷺ نے انہیں بھی زادِ راہ دے کر دعاؤں

Marfat.com

کے ساتھ رخصت کیا۔

(۳۰) وفدِ غامد:

یہ وفد ۱۰ھ میں مدینہ پہنچا۔ سب لوگ مسلمان ہو گئے۔ ابی بن کعب نے انہیں اسلام کی تعلیمات سے روشناس کرایا۔ چند دن قیام کے بعد یہ رخصت ہو گئے۔ انہیں بھی زادِ راہ عطا کیا گیا۔

(۳۱) وفدِ بنی المُنتفق:

اس قبیلے کے دو افراد نہیک بن عاصم اور لقیط بن عامر نمائندہ حیثیت میں مدینہ آئے۔ ان لوگوں نے نبی ﷺ سے قیامت، جنت، دوزخ اور دیگر مسائل کے بارے سوالات کیئے۔ حضور ﷺ نے ان کے تسلی بخش جوابات دیئے۔ پھر انہوں نے براہِ راست یہ سوال پوچھا کہ آپ ﷺ کو علم غیب حاصل ہے۔ اس کا جواب حضور ﷺ نے یہ دیا کہ غیب کی کنجیاں صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہی ہیں۔

(۳۲) وفد عبدالقیس ۲:

عبدالقیس قبیلے کا پہلا وفد ۵ھ میں آیا تھا۔ اب ۱۰ھ میں انکا بڑا وفد آیا جس میں دس نفوس شامل تھے۔

(۳۳) وفد بنی زُبَید:

بنی زبید کا سردار عمرو بن معدی یکرب مدینے آیا اور مسلمان ہو گیا۔ اسکی وجہ سے اسکے قبیلے والے بھی مسلمان ہو گئے۔ لیکن حضور ﷺ کے وصال کے بعد یہ مرتد ہو گیا۔

Marfat.com

(۳۴) شاہانِ یمن کے سفیر:

جب نبی ﷺ تبوک سے واپس آئے تو شاہانِ حمیرؔ یعنی حارث بن عبد کلال، نعیم بن عبد کلال اور رعین، مغافر اور ہمدان کے حاکم نعمان بن قیل کا خط لے کر مالک بن مرہ رہادی مدینے آیا۔ ان بادشاہوں نے خط میں حضور ﷺ کو اپنے اسلام لانے کی اطلاع دی تھی۔ آپ ﷺ نے واپسی خط میں انہیں اسلام کی بنیادی تعلیمات سے آگاہ کیا۔ مزید برآں آپ ﷺ نے معاذ بن جبل کی سربراہی میں صحابہ کی ایک جماعت بھی یمن کی طرف روانہ فرمائی۔

(۳۵) وفد بنو حنیفہ:

۹ھ میں سترہ افراد پر مشتمل ایک وفد مدینہ آیا۔ اس میں مسیلمہ کذاب بھی تھا(8)۔ یہ لوگ مدینے میں ایک انصاری صحابی کے مکان میں ٹھہرے تھے۔ پھر یہ مسجدِ نبوی میں حاضر ہوئے اور مسلمان ہو گئے۔ تاہم مسیلمہ کذاب کے پر رعونت رویے سے نبی ﷺ کو اندازہ ہو گیا کہ اس شخص کے اندر شر ہے۔ مسیلمہ کذاب چاہتا تھا کہ آپ ﷺ اپنے بعد زمام حکومت اس کے سپرد کر دیں۔ لیکن آپ ﷺ نے اس کے ساتھ سخت رویہ اختیار کیا اور اپنے ہاتھ میں پکڑی ہوئی کھجور کی شاخ اسے دکھلا کر کہا کہ تجھے یہ بھی نہیں مل سکتی۔ پھر آپ ﷺ نے اسے اسکے عبرتناک انجام سے آگاہ کیا۔

مسیلمہ یمامہ لوٹ گیا اور وہاں اس نے مشہور کر دیا کہ نبی ﷺ نے اسے نبوت میں حصہ دار بنا لیا ہے۔ اس نے اپنے علاقے میں زنا شراب اور جوئے کو حلال کر دیا۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ آپ ﷺ کی رسالت کا پرچار بھی کرتا رہا۔ اس نے سچ جھوٹ کو ملا کر وہاں کے لوگوں کو خوب گمراہ کیا۔ اسے حضرت ابو بکرؓ صدیق کے دور میں سزا دی گئی۔ اسے

Marfat.com

حضرت حمزہؓ کے قاتل وحشی نے پکڑ کر قتل کر دیا۔

(۳۶) وفدِ نخع:

قبیلۂ نخع کا تعلق بھی یمن سے تھا۔ یہ آخری وفد ۱۱ھ میں مدینے آیا۔ یہ دوسو نفوس پر مشتمل تھا۔ یہ حضرت معاذؓ بن جبل کے ہاتھ پر اسلام قبول کر کے ہی وہاں سے چلے تھے۔ اس وفد کو دار الضیافہ میں ٹھہرایا گیا تھا۔ ان میں ایک شخص زرارہ بن عمرو تھا۔ اس نے اپنے کچھ خواب رسول اللہ ﷺ سے بیان کیئے اور انکی تعبیر پوچھی۔ رسول اللہ ﷺ نے اسکے خوابوں کی تعبیریں اسے بتائیں۔ زرارہ نے اپنا ایک خواب بیان کرتے ہوئے کہا ''یا رسول اللہ ﷺ! میں نے خواب میں ایک بڑھیا کو دیکھا ہے جس کے کچھ بال سفید ہیں اور کچھ سیاہ اور وہ زمین سے باہر نکلی ہوئی ہے۔'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''یہ دنیا ہے جو کسی قدر باقی رہ گئی ہے۔'' بقول اصحاب سیر اس وفد کے بعد کوئی اور وفد نہ آیا (9)۔

متذکرہ بالا وفود کے علاوہ کئی اور وفود بھی آئے تھے جن میں کچھ اہم وفود کے نام درج ذیل ہیں۔

بجیلہ، مہرہ، جعفی، ثعلبہ، کلاب، کنانہ، مذحج، اشجع، شیبان، خثعم، صَدِف، جذام، جَرِم، سعد العشیرہ، صدا، عنس وغیرہ۔

O

Marfat.com

Marfat.com

کے ساتھ رخصت کیا۔

(۳۰) وفدِ غامد:

یہ وفد ۱۰ھ میں مدینہ پہنچا۔ سب لوگ مسلمان ہو گئے۔ ابی بن کعب نے انہیں اسلام کی تعلیمات سے روشناس کرایا۔ چند دن قیام کے بعد یہ رخصت ہو گئے۔ انہیں بھی زادِ راہ عطا کیا گیا۔

(۳۱) وفدِ بنی المُنتفق:

اس قبیلے کے دو افراد نہیک بن عاصم اور لقیط بن عامر نمائندہ حیثیت میں مدینہ آئے۔ ان لوگوں نے نبی ﷺ سے قیامت، جنت، دوزخ اور دیگر مسائل کے بارے سوالات کیئے۔ حضور ﷺ نے ان کے تسلی بخش جوابات دیئے۔ پھر انہوں نے براہِ راست یہ سوال پوچھا کہ آپ ﷺ کو علم غیب حاصل ہے۔ اس کا جواب حضور ﷺ نے یہ دیا کہ غیب کی کنجیاں صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہی ہیں۔

(۳۲) وفد عبدالقیس ۲:

عبدالقیس قبیلے کا پہلا وفد ۵ھ میں آیا تھا۔ اب ۱۰ھ میں انکا بڑا وفد آیا جس میں دس نفوس شامل تھے۔

(۳۳) وفد بنی زُبَید:

بنی زبید کا سردار عمرو بن معدی یکرب مدینے آیا اور مسلمان ہو گیا۔ اسکی وجہ سے اسکے قبیلے والے بھی مسلمان ہو گئے۔ لیکن حضور ﷺ کے وصال کے بعد یہ مرتد ہو گیا۔

Marfat.com

(۳۴) شاہانِ یمن کے سفیر:

جب نبی ﷺ تبوک سے واپس آئے تو شاہانِ حمیرؔ یعنی حارث بن عبد کلال، نعیم بن عبد کلال اور رعین، مغافر اور ہمدان کے حاکم نعمان بن قیل کا خط لے کر مالک بن مرہ رہادی مدینے آیا۔ ان بادشاہوں نے خط میں حضور ﷺ کو اپنے اسلام لانے کی اطلاع دی تھی۔ آپ ﷺ نے واپسی خط میں انہیں اسلام کی بنیادی تعلیمات سے آگاہ کیا۔ مزید برآں آپ ﷺ نے معاذ بن جبل کی سربراہی میں صحابہ کی ایک جماعت بھی یمن کی طرف روانہ فرمائی۔

(۳۵) وفد بنو حنیفہ:

۹ھ میں سترہ افراد پر مشتمل ایک وفد مدینہ آیا۔ اس میں مسیلمہ کذاب بھی تھا(8)۔ یہ لوگ مدینے میں ایک انصاری صحابی کے مکان میں ٹھہرے تھے۔ پھر یہ مسجدِ نبوی میں حاضر ہوئے اور مسلمان ہو گئے۔ تاہم مسیلمہ کذاب کے پر رعونت رویے سے نبی ﷺ کو اندازہ ہو گیا کہ اس شخص کے اندر شر ہے۔ مسیلمہ کذاب چاہتا تھا کہ آپ ﷺ اپنے بعد زمام حکومت اس کے سپرد کر دیں۔ لیکن آپ ﷺ نے اس کے ساتھ سخت رویہ اختیار کیا اور اپنے ہاتھ میں پکڑی ہوئی کھجور کی شاخ اسے دکھلا کر کہا کہ تجھے یہ بھی نہیں مل سکتی۔ پھر آپ ﷺ نے اسے اسکے عبرتناک انجام سے آگاہ کیا۔

مسیلمہ یمامہ لوٹ گیا اور وہاں اس نے مشہور کر دیا کہ نبی ﷺ نے اسے نبوت میں حصہ دار بنا لیا ہے۔ اس نے اپنے علاقے میں زنا شراب اور جوئے کو حلال کر دیا۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ آپ ﷺ کی رسالت کا پرچار بھی کرتا رہا۔ اس نے سچ جھوٹ کو ملا کر وہاں کے لوگوں کو خوب گمراہ کیا۔ اسے حضرت ابو بکرؓ صدیق کے دور میں سزا دی گئی۔ اسے

Marfat.com

حضرت حمزہؓ کے قاتل وحشی نے پکڑ کر قتل کر دیا۔

(۳۶) وفدِ نخع:

قبیلۂ نخع کا تعلق بھی یمن سے تھا۔ یہ آخری وفد ۱۱ھ میں مدینے آیا۔ یہ دوسو نفوس پر مشتمل تھا۔ یہ حضرت معاذؓ بن جبل کے ہاتھ پر اسلام قبول کر کے ہی وہاں سے چلے تھے۔ اس وفد کو دارالضیافہ میں ٹھہرایا گیا تھا۔ ان میں ایک شخص زرارہ بن عمرو تھا۔ اس نے اپنے کچھ خواب رسول اللہ ﷺ سے بیان کیئے اور انکی تعبیر پوچھی۔ رسول اللہ ﷺ نے اسکے خوابوں کی تعبیریں اسے بتائیں۔ زرارہ نے اپنا ایک خواب بیان کرتے ہوئے کہا ''یا رسول اللہ ﷺ! میں نے خواب میں ایک بڑھیا کو دیکھا ہے جس کے کچھ بال سفید ہیں اور کچھ سیاہ اور وہ زمین سے باہر نکلی ہوئی ہے۔'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''یہ دنیا ہے جو کسی قدر باقی رہ گئی ہے۔'' بقول اصحاب سیر اس وفد کے بعد کوئی اور وفد نہ آیا (9)۔

متذکرہ بالا وفود کے علاوہ کئی اور وفود بھی آئے تھے جن میں کچھ اہم وفود کے نام درج ذیل ہیں۔

بجیلہ، مہرہ، جعفی، ثعلبہ، کلاب، کنانہ، مذحج، اشجع، شیبان، خثعم، صَدِف، جذام، جَرِم، سعدالعشیرہ، صدا، عنس وغیرہ۔

O

تینتیسواں باب

انقلابِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک نظر

نویں اور دسویں ہجری کے دوران عرب کے تقریباً تمام بڑے بڑے قبائل امتِ اسلامیہ میں شامل ہو گئے تھے۔ رسالت کے مہرِ درخشاں کی ضوفشانی سے پورا جزیرۃ العرب جگمگا اٹھا تھا۔ وہ مخالفین جو اسلام سے مفاہمت نہ کر پائے، یا تو عرب چھوڑ کر چلے گئے یا انکی مختصر سی آبادیوں نے جزیہ ادا کر کے اسلامی مملکت کی اطاعت قبول کر لی۔ اب تمام جزیرۃ العرب نبی ﷺ کی مٹھی میں تھا۔ آپ ﷺ نے مختلف متحارب و متخاصم قبائل و شعوب کو قبائلی و نسلی جکڑ بندیوں سے آزاد کر کے اُمتِ مسلمہ کی وحدت میں ضم کر دیا تھا۔ ایک ایسی قوم کو جس میں دنیا بھر کی برائیاں راسخ ہو چکی تھیں، تیئس سالوں کی مختصر سی مدت میں ایک ایسی امت بنا دینا جس پر انسانیت ہمیشہ فخر کر سکے، رسول اللہ ﷺ کا یہی وہ کارنامہ تھا جسکی کوئی توجیہہ سوائے اسکے ممکن نہیں کہ نبی ﷺ کو خاص تائیدِ ایزدی حاصل تھی۔

انقلابِ مصطفوی ﷺ کی سب سے پہلی اور اہم ترین خصوصیت یہ ہے کہ اس نے انسان کی انفرادی سطح پر اخلاقی و روحانی قلب ماہیت کی اور اسے یہ درس دیا کہ وہ اپنے مالکِ حقیقی کو پہچانے اور اس سے اپنا رشتۂ عبودیت استوار کرے۔ اسلام کی مخصوص اخلاقی و روحانی بصیرت نے اسے اپنے حقوق و فرائض سے آگاہ کیا اور اسے بالکل نیا انسان بنا دیا۔ اسکے اندر جہاں روحانی و اخلاقی طور پر بہتر بننے کا جذبہ پیدا کیا وہیں اسکی سیرت و کردار میں نئی راہیں تراشنے، آگے بڑھنے اور تحصیلِ علم کے لیئے تگ و دو کرنے کے رویّوں کو بھی راسخ

Marfat.com

کیا۔ انفرادی اصلاح و تربیت کے بعد تمام افراد کو ایک ایسی معاشرتی وحدت میں ضم کر دیا جس کا سرچشمۂ ہدایت نسل، قبیلہ یا زمین سے وابستگی نہ تھی بلکہ توحیدِ الٰہیہ کا خالصۃً روحانی اصول تھا۔

انبیاء علیہم السلام کا اصل فریضہ رشد و ہدایت تھا۔ سیاسی اقتدار اور حاکمانہ اختیار کارِ نبوت کیلئے اساسی اہمیت نہ رکھتے تھے۔ تاہم گزشتہ امتوں میں ایسے انبیاء بھی گزرے تھے جنہیں حکومت کی شان و شوکت بھی عطا کی گئی تھی۔ جیسے داؤدؑ، سلیمانؑ اور موسیٰؑ اور ایسے انبیاء کا ذکر بھی ملتا ہے جو صرف دعوت و ارشاد کا فریضہ سرانجام دیتے رہے تھے اور انہیں حکومت کا اقتدار و اختیار نہ ملا تھا، جیسے عیسیٰؑ اور یحییٰؑ۔ چونکہ نبی ﷺ پر سلسلۂ نبوت اختتام پذیر ہو رہا تھا، اس لیئے آپ ﷺ کے لائے ہوئے انقلاب میں تمام انبیائے سلف کی خصوصیات اکٹھی کر دی گئیں۔ آپ ﷺ کے ہاتھ میں داؤدؑ و موسیٰؑ کی طرح زمامِ اقتدار و اختیار بھی تھی اور یحییٰؑ و عیسیٰؑ کی طرح آپ ﷺ لوگوں کی اخلاقی و روحانی تربیت بھی کرتے تھے۔ آپ ﷺ کے منصبِ رسالت میں حکومت و ہدایت، جہانداری اور تزکیہ نفس، فقر و استغناء اور استخلاف فی الارض باہم گھل مل گئے تھے۔ شہنشاہِ عرب ہونے کے باوجود نہ آپ ﷺ نے کوئی محل تعمیر کرایا، نہ خدام کی فوج بھرتی کی اور نہ تخت و تاج کی ضرورت محسوس کی۔ بلکہ جیسے جیسے آپ ﷺ کے اقتدار و اختیار میں اضافہ ہوتا گیا ویسے ویسے دنیا کی طرف آپ ﷺ کا عدم التفات بھی بڑھتا گیا۔

رسول اللہ ﷺ کا برپا کیا ہوا انقلاب ایک ایسی سماجی تبدیلی نہ تھی جو تاریخ کے ایک مخصوص عہد اور دنیا کے ایک مخصوص خطے سے ہی متعلق تھی۔ آپ ﷺ کو شروع سے ہی اپنے نبیٔ آخر الزماں ہونے اور اسلام کے آفاقی اور عالمگیر مذہب ہونے کا شعور عطا کیا گیا تھا۔ اسلام یک خاص خطۂ زمین اور ایک خاص عہد کے لیئے ہی نہ تھا، بلکہ تمام انسانوں اور

تمام زمانوں کا مذہب تھا۔ اسی لیئے اس کا ظہور تاریخ کے ایک ایسے دور میں ہوا جب کہ انسانیت آنے والے علمی و سائنسی دور کے استقبال کیلئے نئی کروٹ لے رہی تھی۔ اسی طرح خطۂ عرب جغرافیائی لحاظ سے ایسی عالمگیر تحریک کیلئے موزوں ترین تھا کیونکہ یہ دنیا کے بڑے بڑے براعظموں کے درمیان میں واقع تھا۔ مزید برآں صحرانشینوں کی فطرت ابھی بیرونی ثقافتوں کے اثرات سے محفوظ ایسی لوحِ غیر منقوش تھی جس پر پیغامِ الٰہی بہترین انداز میں ثبت ہوسکتا تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کے توسط سے ایسی تمام اقدار اور ایسے تمام اصول و مبادی کو محفوظ و مدوّن کر دیا جو تمام انسانوں اور تمام زمانوں کے لیئے ہدایت و راہنمائی کا سرچشمہ تھے اور زمان و مکان کی حد بندیوں سے ماوراء تھے۔

عربوں کا بین القبائلی اتحاد رسول اللہ ﷺ کا ایک ایسا سماجی کارنامہ تھا جو تاریخی تجزیہ نگاروں کو آج بھی ایک معجزہ نظر آتا ہے۔ لیکن عرب اتحاد فی نفسہٖ منزل نہ تھا۔ یہ تو محض وحدتِ بشری کے عظیم مقصد کا ایک ابتدائی مرحلہ تھا۔ عالمی سطح پر پیغام الٰہی کی اشاعت کیلئے یہ ضروری تھا کہ پہلے عرب شعوب و قبائل ایک یک رنگ امت کی صورت میں متحد و منظم ہو جائیں۔ یہ ہدف نبی ﷺ نے تیئس برس کی مختصر مدت میں بطریق احسن پورا کیا۔ اس ضمن میں بلاشبہ آپ ﷺ کے پیغام کی باطنی صداقت نے کلیدی کردار ادا کیا۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کی فصاحت و بلاغت اور کلامِ الٰہی کی تاثیر و اعجاز کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ عرب وہ قوم تھے جس پر صرف زبان حکومت کرتی تھی۔ سرکش سے سرکش عرب کی بھی گردن فصیح و بلیغ اور پر اثر کلام کے آگے جھک جاتی تھی۔ چنانچہ نبی ﷺ کی ذاتی فصاحت و بلاغت اور کلامِ الٰہی کے حکیمانہ اسلوب اور باطنی حسن و اعجاز نے بھی عربوں کے اتحاد و تنظیم میں بڑا موثر کردار ادا کیا۔

انقلاب مصطفوی ﷺ کی تکمیل کے ساتھ ہی جزیرۃ العرب کی طرزِ معیشت میں

بہت بڑا تغیُّر رونما ہو گیا۔ عرب کی سرحدی پٹی پر جہاں کہ آب و ہوا معتدل تھی اور وسائل حیات کی فراوانی تھی، بڑی بڑی تہذیبیں وجود پذیر ہو چکی تھیں۔ یہاں کھیتی باڑی بھی ہوتی تھی اور صنعت و حرفت بھی عروج پر تھی۔ مزید برآں تجارتی میلوں اور تجارتی کاروانوں کی آمد و رفت نے بھی ان علاقوں کو معاشی طور پر بہت مستحکم بنایا ہوا تھا۔ لیکن عام عرب جو صحراؤں اور بنجر علاقوں میں رہتے تھے، ہمیشہ سے غربت و افلاس کا شکار تھے۔ ان کا طریقِ معیشت غلہ بانی، بھیڑوں بکریوں کی پرورش اور لوٹ مار تھا۔ لیکن جب یہ سارے مفلوک الحال اور راہزن قبائل اسلام کے پرچم تلے متحد ہو گئے تو نبی ﷺ نے انکی طرز معیشت میں بنیادی تبدیلی لانے کیلئے متعدد اقدامات کیئے۔ بہت سی جگہیں غیر قوموں کے انخلا سے متروک پڑی تھیں، ان پر قبائل عرب کو آباد کیا۔ جو بے آباد اور افتادہ زمینیں تھیں، انہیں آباد کرنے کیلئے عام ترغیب دی۔ آپ ﷺ نے حکم جاری فرمایا کہ جو شخص جتنی بے آباد زمین گھیر لے وہ اسکی ملکیت ہے اور وہ اسے آباد کرے۔ فرمایا:

من احیا ارضاً میتته فهی له من احاط حائطاً علی ارض فهی له۔

''جس شخص نے افتادہ زمین کو آباد کیا، وہ اسکی ملک ہے اور جس شخص نے کسی زمین کو گھیر لیا وہ اسکی ملک ہے'' (1) البتہ ایسے مقامات جن کی حیثیت عوامی اور رفاہی تھی (مثلاً چراگاہیں اور چشمے وغیرہ) وہ اس حکم سے مستثنیٰ تھے۔

رسول اللہ ﷺ کا دوسرا انقلابی قدم یہ تھا کہ مختلف مدوں سے حاصل ہونے والی رقوم کو مرکزی نظامِ معیشت سے منسلک کر دیا۔ اسلامی ریاست کو پانچ بڑے ذریعوں سے آمدنی حاصل ہوتی تھی۔ غنیمت، فَے، زکوٰۃ، جزیہ اور خراج! غنیمت اور فَے تو جنگوں کی صورت میں حاصل ہوتے تھے۔ لیکن زکوٰۃ، جزیہ اور خراج سالانہ بنیادوں پر وصول کیئے جاتے تھے۔ زکوٰۃ صرف مسلمانوں پر فرض تھی۔ جزیہ کی برائے نام رقم غیر مسلموں سے

Marfat.com

وصول کی جاتی تھی۔خراج کاشتکاروں کوانہیں زمین کے مالکانہ حقوق دینے کے عوض وصول کیا جاتا۔فدک، تیماء، خیبر اور وادی القریٰ کے یہودی کاشتکاروں سے فصلوں اور باغات کی پیداوار کا نصف وصول کیا جاتا تھا۔ جزیہ اور خراج کی آمدنی سے سپاہیوں اور عمال کو تنخواہیں ادا کی جاتیں۔

نبی ﷺ نے وصولیٔ زکوٰۃ و جزیہ کا بڑا سخت نظام وضع کیا تھا۔لیکن محصلینِ زکوٰۃ و جزیہ کو اس سے بھی زیادہ سخت ہدایات دی تھیں کہ وہ ٹیکس ادا کرنے والوں پر زیادتی نہ کریں۔ جزیہ وخراج وصول کرنے والوں کو واضح الفاظ میں بتا دیا گیا تھا کہ وہ کونسی اشیاء وصول کر سکتے ہیں اور کونسی نہیں۔مقررہ حد سے زیادہ وصولی کی قطعاً اجازت نہ تھی (2)۔ اسطرح آپ ﷺ نے استحصال، رشوت اور اقرباء پروری کا دروازہ بند کر دیا تھا۔ جو وفود آپ ﷺ سے ملنے مدینے آتے، آپ ﷺ انہیں مالی امداد دینے اور زادِراہ عطا کرنے کا خاص اہتمام فرماتے۔حتیٰ کہ آپ ﷺ نے یہ وصیت بھی فرمادی تھی کہ آپ ﷺ کے بعد بھی آنے والے وفود کو عطیات اور زادِراہ سے نوازا جائے (3)۔

ان اقدامات کا مقصد یہ تھا کہ بدوی قبائل بتدریج اپنی طرزِ معیشت تبدیل کر دیں اور ریاست کے عمومی معاشی نظام کا حصہ بن جائیں۔اب چونکہ تمام جزیرۃ العرب کے ذرائعِ پیداوار اور محاصل ومخارج ایک مرکزی نظامِ معیشت کے تحت آ چکے تھے۔اس لیئے غریب عرب قبائل کو بھی ان میں سے حصہ ملنے لگا۔صحرانشینوں کو اب خطرہ نہ تھا کہ قحط اور خشک سالی سے وہ بھوکوں مرنے لگیں گے۔ایک باقاعدہ نظامِ حکومت کی داغ بیل پڑتے ہی ریاست کے ضروری شعبے اور محکمے از خود وجود میں آ گئے۔(4) عرب عوام کیلئے ملازمتوں اور کاروبار کے بے شمار مواقع پیدا ہو گئے۔ملک کے اندر ایک ہمہ گیر اور ہمہ جہت ترقی کا عمل شروع ہوا اور صدیوں سے غربت وافلاس کی چکی میں پستے ہوئے عرب عوام

Marfat.com

خوشحالی کی راہ پر گامزن ہو گئے۔

نبی ﷺ کی مساعی اور کارناموں پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے ہی یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ آپ ﷺ کا برپا کیا ہوا انقلاب ایک انتہائی مربوط اور منظم ذہنی و سیاسی انقلاب تھا۔ اس کا ہر مرحلہ منطقی طور پر دوسرے مرحلے سے جڑا ہوا تھا۔ ہر کڑی دوسری کڑی سے منسلک تھی۔ ہمیں اس میں نہ کہیں خلا نظر آتا ہے اور نہ کوئی جھول ملتا ہے۔ یہ بات سیاسیات اور تاریخ کے طالبعلم کے لیئے خاص طور پر دلچسپی اور غور و فکر کا سامان فراہم کرتی ہے کیونکہ دنیا میں جتنے بھی نظریاتی انقلابات آئے ہیں ان میں ہمیں کہیں بھی اتنا ارتباط اور ہم آہنگی نظر نہیں آتی۔ اکثر ایسا ہوا ہے کہ ایک نظریہ کو لے کر چلنے والے لوگ کچھ ہی عرصہ بعد اپنے مسلک سے ہٹ گئے۔ انکا انقلاب منزل تک پہنچتے پہنچتے اپنے ابتدائی فکری و نظریاتی ڈھانچے سے محروم ہو گیا۔ لیکن انقلابِ مصطفوی ﷺ کا یہ ایک امتیازی وصف ہے کہ 'قم فانذر' سے شروع ہونے والی جدوجہد 'الیوم اکملت لکم دینکم' تک فکری اور عملی دونوں سطحوں پر ایک مربوط اور ہم آہنگ جدوجہد رہی۔ اسکی مثال ایسے ہے جیسے کوئی بیج کونپل کی صورت میں زمین سے اگتا ہے پھر نشو و ارتقاء کے منازل طے کرتا ہوا تناور درخت بن جاتا ہے اور برگ و بار لاتا ہے۔ اسکے ارتقائی عمل میں کسی قسم کا انحراف یا خلا پیدا نہیں ہوتا۔ اسی طرح انقلاب مصطفوی ﷺ بھی نامیاتی طور پر تکمیل پذیر ہوا۔ نظریاتی اساس یا عملی جدوجہد کے حوالے سے اس میں کسی بھی قسم کے سقم کی نشاندہی کرنا ممکن نہیں۔ یہ ایک ایسا عظیم الشان درخت تھا جسکی آسمان میں پھیلی ہوئی شاخیں زمین میں پیوستہ جڑ کے ساتھ عضویاتی طور پر جڑی ہوئی تھی۔ اصلھا ثابت وفرعھا فی السماء۔

O

Marfat.com

منزل مہرِ درخشاں

Marfat.com

چونتیسواں باب

حَجَّۃُ الوِداع

غزوۂ تبوک کے بعد نبی ﷺ کی مصروفیات میں بے پناہ اضافہ ہوگیا۔ صرف وفود کا استقبال اوران سے گفت وشنید ہی اتنا اہم اورتوجہ طلب کام تھا کہ آپ ﷺ کا بیشتر وقت اس میں صرف ہو جاتا۔ لیکن اس کے علاوہ بھی آپ ﷺ مختلف النوع فرائض کو سرانجام دینے میں مشغول رہتے۔ مختلف علاقوں میں دعاۃ اورولاۃ کی تقرری، محصلینِ زکوٰۃ وجزیہ کی کارگردگی کا جائزہ، عمال ومجاہدین کے لیئے ہدایات، لوگوں کے جھگڑوں کا فیصلہ، غیرقوموں سے معاملت، احتساب، تعزیراورافتاء کے علاوہ تعلیم وتبلیغ کے متعدد ایسے امور تھے جن میں آنحضرت ﷺ ہمہ وقت مصروف رہتے۔ دور دراز کے علاقوں کے لیئے آپ ﷺ نے اپنے نائبین اورولاۃ مقرر کردیئے تھے، لیکن مدینہ اوراس کے گردونواح کے انتظامات آپ ﷺ ہی کے ہاتھ میں تھے۔ اگرچہ آپ ﷺ نے مختلف محکموں اور شعبوں کی داغ بیل ڈال کر کچھ ذمہ داریں اپنے خاص اصحاب کو بھی سونپ دی تھیں، تاہم ہر شخص قدم قدم پر آپ ﷺ کی راہنمائی اور ہدایت کا محتاج تھا۔ ایک عظیم الشان ریاست اپنی تمام تر تفصیلات کے ساتھ تشکیل پارہی تھی اور تمام شعبے ابھی اپنے ابتدائی مراحل میں تھے۔ آپ ﷺ سارے دن کے تھکے ہارے گھر آتے تو وہاں خواتین کا ہجوم آپ ﷺ کا منتظر ہوتا۔ یہ خواتین مختلف معاملات میں آپ ﷺ کی اعانت اورراہنمائی کی خواستگار ہوتیں۔ عمر شریف بھی باسٹھ برس ہوچکی تھی۔ چنانچہ کبھی کبھی آپ ﷺ تھکن سے چور چور ہو جاتے اورنماز بھی بیٹھ کر ادا فرماتے (1)۔

Marfat.com

آپ ﷺ کی شبانہ روز محنت اور انتھک جدوجہد سے جلد ہی اسلامی ریاست کے خدوخال نکھر آئے اور مختلف محکمے اپنے مخصوص ضابطوں کے تحت کام کرنے لگے۔ انفرادی اصلاح وتزکیہ سے لے کر قومی اور بین الاقوامی معاملات تک آپ ﷺ نے تمام امور کو مرتب اور مدون کر دیا۔ اصلاح وہدایت اور تبلیغ وتعمیر کے تقریباً سارے تقاضے پورے ہو چکے تھے۔ البتہ ایک فرض رہ گیا تھا اور وہ تھا فریضۂ حج۔ حدیبیہ کے بعد آپ ﷺ کسی سال بھی حج کر سکتے تھے۔ آپ ﷺ چاہتے تو حج اکبر میں حضرت ابوبکرؓ کی بجائے خود بھی امامت کر سکتے تھے۔ تاہم آپ ﷺ مصلحتاً اس فرض کی ادائیگی کو موخر کرتے آ رہے تھے۔ شاید اس لیئے کہ اسے آپ ﷺ سب سے آخر میں ادا فرمانا چاہتے تھے۔ بہر حال آپ ﷺ نے ۱۰ھ میں حج کیلئے جانے کا ارادہ فرمایا۔

جونہی آپ ﷺ کے ارادۂ حج کا اعلان ہوا، تمام لوگوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ نزدیک ودور سے لوگ نہایت ذوق وشوق سے آپ ﷺ کے قافلۂ حج میں شرکت کیلئے جمع ہونے لگے۔

(۱) حج کے لیئے روانگی:

۲۶ ذوقعدہ بروز سنیچر آپ ﷺ نے غسل فرمایا اور نیا لباس زیبِ تن کیا۔ پھر قربانی کے جانور ساتھ لیئے اور ظہر کے بعد مدینہ سے روانہ ہو گئے۔ مدینہ پر ابو دجانہؓ ساعدی یا سباع بن غرفطہؓ غفاری کو عامل مقرر فرمایا (2)۔ تمام ازواجِ مطہرات ساتھ تھیں۔ عصر کے وقت مدینہ سے چھ میل دور میقاتِ اہلِ مدینہ (3) یعنی مقامِ ذوالحلیفہ تک آ پہنچے۔ رات آپ ﷺ نے ذوالحلیفہ میں بسر کی۔ اگلے دن آپ ﷺ نے پھر غسل فرمایا اور احرام باندھا۔ حضرت عائشہؓ نے اپنے ہاتھ سے خوشبو لگائی۔ آپ ﷺ نے دو رکعت نماز ادا کی اور تلبیہ کے کلمات پڑھتے باہر تشریف لائے اور اپنی ناقہ قصواء پر سوار

ہو گئے۔ وقفے وقفے سے آپ ﷺ لبیک کی صدا بلند کرتے جاتے تھے۔ میدان میں ستر یا اسی ہزار (اور بعض روایات کی رو سے ایک لاکھ) مسلمانوں کا ہجوم تھا۔ آپ ﷺ کی صدائے تہلیل پر سب مسلمان بھی اونچی آواز میں لبیک پکارنے لگتے۔ ساری فضا تکبیر و تہلیل کے نعروں سے گونج رہی تھی۔ حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ میں دائیں بائیں، آگے پیچھے جدھر نظر ڈالتا تھا، مجھے ہر طرف آدمیوں کا جنگل دکھائی دیتا تھا۔

(۲) مکہ میں:

ذوالحلیفہ سے یہ قافلۂ حجاج حضور ﷺ کی قیادت میں روانہ ہوا اور تکبیراتِ حج بلند کرتا تقریباً آٹھ دن بعد مکہ کے نواح میں پہنچ گیا۔ یہاں آپ ﷺ نے مقامِ سرف میں پڑاؤ ڈال دیا۔ دن ڈھل چکا تھا۔ آپ ﷺ نے رات یہیں بسر کی۔ اگلے دن آپ ﷺ نے فجر کی نماز پڑھی اور غسل فرمایا۔ پھر آپ ﷺ مکہ میں داخل ہو گئے۔ یہ اتوار ۴ ذوالحجہ ۱۰ھ کا دن تھا۔ خانہ کعبہ میں آ کر آپ ﷺ نے طواف کیا اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کی۔ چونکہ آپ ﷺ نے حج اور عمرہ کا احرام اکٹھا ہی باندھا ہوا تھا اور ہدی (قربانی کے جانور) بھی ساتھ لائے تھے، اس لیئے آپ ﷺ نے احرام نہیں کھولا۔ البتہ آپ ﷺ نے ان مسلمانوں کو جن کے پاس قربانی کے جانور نہ تھے، عمرہ ادا کرنے اور پھر احرام اتار دینے کا حکم دیا۔ بعض مسلمانوں کو ماضی کی رسوم کی بنا پر اس حکم کی تعمیل میں تامُل ہوا۔ جس پر آپ ﷺ نے ناراضگی کا اظہار فرمایا اور کہا کہ اگر مجھے حج کی مشکلات کا اندازہ ہوتا تو میں قربانی کے جانور ساتھ نہ لاتا اور پھر احرام بھی کھول دیتا۔ بہر حال ان مسلمانوں کو بہت ندامت ہوئی جو تذبذب کا شکار تھے اور انہوں نے عمرہ تمام کر کے احرام کھول دیئے۔ یہاں سے فارغ ہو کر آپ ﷺ مکہ کے بالائی مقام حجون کی طرف تشریف لے گئے اور وہاں قیام فرمایا۔

Marfat.com

دریں اثناء حضرت علیؓ بھی یمنی حاجیوں کے قافلہ کے ساتھ وہاں پہنچ گئے۔ انہیں حج سے کچھ عرصہ قبل یمن بھیجا گیا تھا۔ حضرت علیؓ نے حضور ﷺ کو یمن کے حالات سے آگاہ کیا۔ چونکہ حضرت علیؓ کے ساتھ قربانی کے جانور تھے، اس لیئے انہوں نے احرام نہ اتارا۔

(۳) مناسکِ حج:

۸ ذوالحجہ ترویہ کا دن تھا۔ اس روز آپ ﷺ منیٰ تشریف لے گئے۔ یہاں آپ ﷺ نے ۹ ذوالحجہ کی صبح تک قیام فرمایا۔ فجر کی نماز کے بعد آپ ﷺ میدانِ عرفات میں تشریف لائے۔ قریش کے تمام افراد کے لیئے یہ خصوصی حکم تھا کہ وہ بھی میدانِ عرفات میں حاضر ہوں۔ قریش عرفات کے میدان میں قیام کرنا اپنی شان کے خلاف سمجھتے تھے اور حدودِ حرم کے اندر مزدلفہ میں ہی قیام پذیر رہتے تھے۔ آپ ﷺ نے حکم دیا:

قفوا علی فشاعر کم فانکم علیٰ ارث من ارث ابیکم ابراھیم

''اپنے مقدس مقامات پر ٹھہرے رہو، کہ تم اپنے باپ ابراہیمؑ کی وراثت پر ہو!''

عرفات کے میدان میں نمرہ کے مقام پر آپ ﷺ کیلئے ایک قبہ تیار کیا گیا تھا۔ اسی میں آپ ﷺ نے قیام فرمایا۔ جب دن ڈھل گیا تو آپ ﷺ نے قصواء پر کجاوہ کسنے کا حکم دیا۔ اس پر بیٹھ کر آپ ﷺ بطنِ وادی میں تشریف لائے۔ آپ ﷺ کے اردگرد کم و بیش ڈیڑھ لاکھ انسانوں کا عظیم الشان سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ آپ ﷺ نے اس تاریخی اجتماع میں ایک فصیح و بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا:

(4) خطبۂ حجۃ الوداع:

''لوگو! میری بات سن لو! میں نہیں جانتا، شاید اپنے اس سال کے بعد اس

Marfat.com

Marfat.com

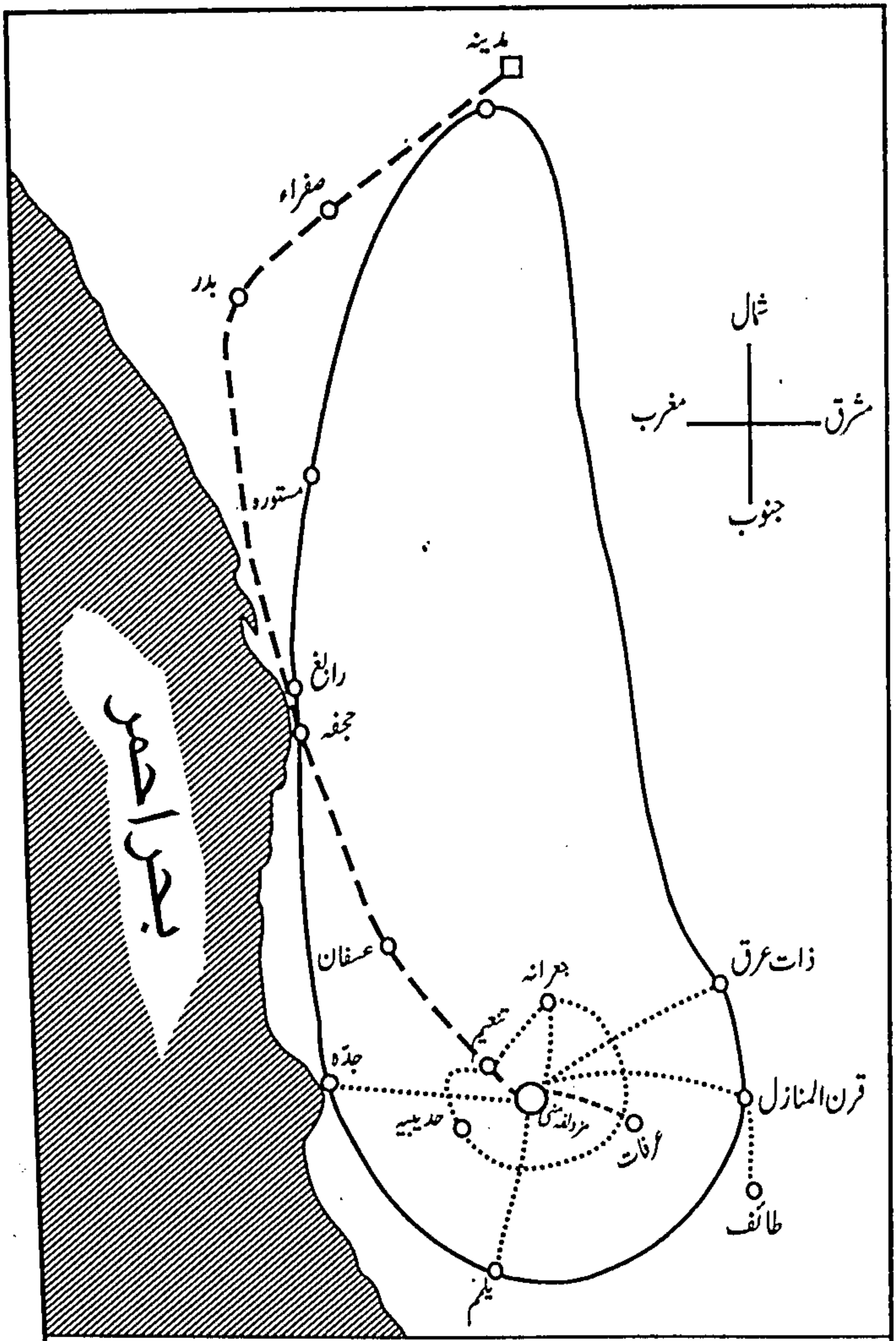

حدودِ حرم اور میقات کا نقشہ

Marfat.com

مقام پر تم سے کبھی نہ مل سکوں گا۔

تمہارا خون اور تمہارا مال ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہے جس طرح تمہارے آج کے دن کی، رواں مہینے کی اور موجودہ شہر کی حرمت ہے۔ سن لو! جاہلیت کی ہر چیز میرے پاؤں تلے روند دی گئی۔ جاہلیت کے خون بھی ختم کر دیئے گئے اور ہمارے خون میں سے پہلا خون جسے میں ختم کر رہا ہوں، وہ ربیعہ بن حارث کے بیٹے کا خون ہے۔۔۔۔ یہ بچہ بنوسعد میں دودھ پی رہا تھا کہ انہی ایام میں قبیلہ ہذیل نے اسے قتل کر دیا۔۔۔ اور جاہلیت کا سود ختم کر دیا گیا، اور ہمارے سود میں سے پہلا سود جسے میں ختم کر رہا ہوں، وہ عباس بن عبدالمطلب کا سود ہے۔ اب یہ سارا کا سارا سود ختم ہے۔

ہاں! عورتوں کے بارے اللہ سے ڈرو! کیونکہ تم نے انہیں اللہ کی امانت کے ساتھ لیا ہے اور اللہ کے کلمے کے ذریعے حلال کیا ہے۔ ان پر تمہارا حق یہ کہ وہ تمہارے بستر پر کسی ایسے شخص کو نہ آنے دیں جو تمہیں گوارا نہیں۔ اگر وہ ایسا کریں تو تم انہیں مار سکتے ہو۔ لیکن سخت مار نہ مارنا، اور تم پر انکا حق یہ ہے کہ تم انہیں معروف کے ساتھ کھلاؤ اور پہناؤ۔

اور میں تم میں ایسی چیز چھوڑے جا رہا ہوں کہ اگر تم نے اسے مضبوطی سے پکڑے رکھا تو اس کے بعد ہرگز گمراہ نہ ہو گے، اور وہ ہے اللہ کی کتاب!

لوگو! یاد رکھو! میرے بعد کوئی نبی نہیں اور تمہارے بعد کوئی اُمت نہیں! لہذا اپنے ربّ کی عبادت کرنا پانچ وقت کی نماز پڑھنا، رمضان کے روزے رکھنا، خوشی خوشی اپنے مال کی زکوٰۃ دینا، اپنے پروردگار کے گھر کا حج کرنا اور اپنے حکمرانوں کی اطاعت کرنا۔ ایسا کرو گے تو اپنے پروردگار کی جنّت میں داخل ہو گے!'' (4)

Marfat.com

اسکے بعد آپ ﷺ نے لوگوں سوال کیا:

''تم سے میرے متعلق (خدا کے ہاں) پوچھا جانے والا ہے! تم کیا جواب دو گے؟''(5)

صحابہؓ نے کہا:

''ہم کہیں گے کہ آپ ﷺ نے خدا کا پیغام دیا، اور اپنا فرض ادا کر دیا!''

اس پر نبی ﷺ نے اپنی انگشتِ شہادت آسمان کی طرف بلند کی اور پھر اسے لوگوں کی طرف جھکاتے ہوئے تین دفعہ فرمایا:

"اللّٰھمّ اشھد!" اے اللہ گواہ رہنا!

آپ ﷺ کی باتیں ربیعہ بن امیہ بن خلف با آواز بلند لوگوں تک پہنچا رہے تھے۔

(۵) آیۂ تکمیلِ دین اور گریۂ ابوبکرؓ:

مجمع سے خطاب کے بعد آپ ﷺ ناقہ سے نیچے اترے اور کچھ دور تک پیدل چلے۔ اسکے بعد آپ ﷺ ناقہ پر سوار ہوکر مقام صخرات کی طرف چلے گئے۔ یہاں آپ ﷺ پر تکمیلِ دین کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَ ضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ط (۳:۵)

''آج میں نے تمہارے لیئے دین کو مکمل کر دیا ہے اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی ہے اور تمہارے لیئے اسلام کو بحیثیتِ دین پسند کر لیا ہے۔'' یہ آیت سنتے ہی حضرت ابوبکرؓ اس میں مضمر اشارۂ الٰہی کو سمجھ گئے

Marfat.com

اور رونے لگے۔

اسکے بعد آپ ﷺ نے حضرت بلالؓ کو اذان کا حکم دیا اور ظہر اور عصر کی نمازیں اکٹھی ادا کیں۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ ﷺ اپنی قیامگاہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ آپ ﷺ وہاں قبلہ رخ ہو کر بیٹھ گئے۔ کچھ دیر تک آپ ﷺ دعاؤں میں مصروف رہے پھر ناقہ پر سوار ہوئے، حضرت اسامہؓ کو ساتھ بٹھایا اور مزدلفہ کی طرف واپس آئے۔ یہاں آپ ﷺ نے مغرب اور عشاء کی نمازیں اکٹھی (ایک اذان اور دو اقامت سے) ادا کیں اور درمیان میں نفل وغیرہ نہ پڑھے۔ پھر آپ ﷺ نے رات وہیں قیام فرمایا۔ آپ ﷺ کی حیاتِ اقدس میں یہی رات تھی جب آپ ﷺ تہجد کیلئے نہیں اٹھے تھے۔

(۶) بقیہ مناسکِ حج کی ادائیگی:

اگلے دن آپ ﷺ علی الصبح بیدار ہوئے اور فجر کی نماز پڑھائی۔ پھر آپ ﷺ نے سورج نکلنے سے پہلے وہاں سے کوچ کر دیا۔ ایامِ جاہلیت میں قریش سورج نکلنے کے بعد مزدلفہ سے روانہ ہوتے تھے۔ آپ ﷺ نے ان کی اس رسم کو منسوخ کر دیا اور سورج نکلنے سے پہلے ہی منیٰ کیلئے روانہ ہو گئے۔ اس دفعہ حضرت فضلؓ بن عباس جو کہ ابھی کمسن تھے، آپ ﷺ کے پیچھے بیٹھے تھے۔ راستے میں آپ ﷺ لوگوں کو با آواز بلند حج کے بارے میں ہدایت دیتے جاتے۔ وادیٔ محسر سے گزرتے ہوئے آپ ﷺ مقام جمرہ پر پہنچے۔ فضلؓ بن عباس نے کنکریاں چن کر حضور ﷺ کو دیں اور آپ ﷺ نے بطنِ وادی میں کھڑے ہو کر کنکریاں پھینکنے کی رسم ادا کی۔ پھر آپ ﷺ نے لوگوں کو خطاب فرمایا:

ایاکم الغلوفی الدین فانما اھلکَ قبلکم الغلو فی الدین

دین میں غلو اور مبالغہ سے بچو کیونکہ تم سے پہلی قومیں اس سے برباد ہوئی تھیں۔

Marfat.com

لتاخذو امنا سککم فانی لاادری لعلی لا حج بعد حَجّتی ھذہ

حج کے مسائل سیکھ لو، میں نہیں جانتا شاید اس کے بعد مجھے دوسرے حج کی نوبت نہ آئے(6)۔

پھر آپ ﷺ میدانِ منیٰ میں آ گئے۔ انصار و مہاجرین نے اپنی اپنی صفیں بنائی ہوئی تھیں۔ ایک لاکھ کے قریب مسلمان میدان میں جمع تھے۔ حضرت بلالؓ آپ ﷺ کی ناقہ کی مہار تھام کر آگے آگے چل رہے تھے۔ پیچھے حضرت اسامہؓ چادر تان کر سایہ کیئے ہوئے تھے۔ بیت اللہ بتوں سے پاک ہو چکا تھا۔ کفر و شرک کے تمام آثار مٹ چکے تھے۔ کعبۃ اللہ کی وہ حیثیت بحال ہو چکی تھی جس میں کہ اسے سیدنا ابراہیمؑ نے تعمیر کیا تھا۔ ہر طرف ربِ واحد لایزال کے ترانے گونج رہے تھے۔ آپ ﷺ نے اپنی بائیس سالہ جدوجہد کی تکمیل کا منظر دیکھا تو ربِ عظیم کا شکر ادا کیا اور فرمایا:

"ان الزّمان قد اتدار کھیئۃ یوم خلق اللہ السمٰوٰت والارض"

"شروع شروع میں اللہ تعالیٰ نے زمین اور آسمانوں کو جس ہیئت پر پیدا کیا تھا، زمانہ گھوم پھر کر اسی پر آ گیا ہے۔"

آج یوم النحر تھا۔ قربان گاہ پر پہنچ کر آپ ﷺ نے قربانی کی رسم ادا کی۔ آپ ﷺ کے ساتھ قربانی کے سو اونٹ تھے۔ تریسٹھ اونٹ آپ ﷺ نے (اپنی عمر شریف کے سالوں کے حساب سے) اپنے ہاتھ سے ذبح کیئے اور بقیہ سینتیس اونٹ آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کے حوالے کر دیئے کہ وہ انہیں ذبح کریں۔ اسطرح آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کو بھی اپنی ھدی میں شامل کر لیا اور سو اونٹوں کی تعداد پوری ہو گئی۔ اس موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ قربانی کیلئے منیٰ کی تخصیص نہیں۔ منیٰ اور مکہ کی ہر گلی میں قربانی دی جا سکتی ہے۔ آپ ﷺ کے حکم پر ہر مذبوحہ اونٹ کے گوشت کا ایک ایک ٹکڑا کاٹا گیا اور

ایک ہانڈی میں پکایا گیا۔ اس میں سے آپ ﷺ نے اور حضرت علیؓ نے کچھ تناول فرمایا۔ پھر آپ ﷺ کے حکم کے بموجب قربانی کا تمام گوشت خیرات کر دیا گیا۔ حتیٰ کہ قصابوں کی اجرت بھی علیحدہ سے ادا کی گئی۔

قربانی کے بعد آپ ﷺ نے معمر بن عبداللہ کو بلوایا۔ انہوں نے آپ ﷺ کے سر کے بال مونڈے۔ اترے ہوئے تمام بال مسلمانوں میں تقسیم کر دیئے گئے جو انہوں نے اپنے پاس بطور تبرک محفوظ کر لیئے۔

اسکے بعد آپ ﷺ ناقہ پر سوار ہو کر بیت اللہ کی طرف آئے اور طواف فرمایا۔ اسے طوافِ افاضہ کہا جاتا ہے۔ نمازِ ظہر کے بعد آپ ﷺ چاہِ زمزم کی طرف آئے اور تھوڑا سا پانی نوش فرمایا۔ یہاں سے آپ ﷺ منیٰ تشریف لے گئے۔

ایامِ تشریق یعنی ۱۳ ذوالحجہ تک آپ ﷺ منیٰ میں ہی قیام پذیر رہے۔ روزانہ دن ڈھلے آپ ﷺ رمی جمار کیلئے تشریف لے جاتے اور پھر واپس آ جاتے۔ ۱۳ ذوالحجہ زوال کے بعد آپ ﷺ وادی محصب میں آئے اور رات یہیں قیام فرمایا۔ پچھلے پہر اُٹھے اور مکہ تشریف لے آئے۔ یہاں فجر کی نماز ادا کی اور اسکے فوراً بعد اپنے قافلے کو لے کر مدینہ کی طرف کوچ فرما دیا۔

(۸) واپسی اور خطبۂ غدیر خم:

جحفہ سے تین میل کے فاصلے پر مقام خم آیا۔ یہاں ایک تالاب تھا جو 'غدیرِ خم' (7) کہلاتا تھا۔ یہاں آپ ﷺ نے صحابہ کو جمع کر کے ایک مختصر سا خطبہ دیا:

''حمد و ثنا کے بعد اے لوگو! میں بھی بشر ہوں، ممکن ہے خدا کا فرشتہ جلد آ جائے اور مجھے قبول کرنا پڑے (یعنی موت کو!) میں تمہارے درمیان دو بھاری چیزیں چھوڑے

Marfat.com

جارہا ہوں۔ایک خدا کی کتاب جس میں ہدایت اور روشنی ہے۔خدا کی کتاب کو مضبوطی سے پکڑو۔اور دوسری چیز میرے اہل بیت ہیں۔میں اپنے اہلِ بیت کے بارے میں تمہیں خدا کو یاد دلاتا ہوں!''

آخری فقرہ آپ ﷺ نے تین بار ادا کیا۔کچھ روایات کی رو سے آپ ﷺ نے کچھ فقرے اور بھی ادا کیئے۔ان میں سے ایک فقرہ تمام روایات میں مشترک ہے:

''جس کو میں محبوب ہوں، علیؓ بھی اسکو محبوب ہونا چاہیئے، الٰہی! جو علی کو محبوب رکھے تو بھی اسے محبوب رکھ، جو علیؓ سے عداوت رکھے، تو بھی اس سے عداوت رکھ!'' (8)

مقامِ خم سے روانہ ہو کر آپ ﷺ سفر کرتے ہوئے مقامِ ذوالحلیفہ پر آ کر رکے۔یہاں آپ ﷺ نے رات بسر کی۔اگلے دن آپ ﷺ مدینہ میں داخل ہوئے۔اس وقت آپ ﷺ کے لبوں پر یہ کلمات تھے۔

اللہ اکبر! اللہ کے سوا کوئی اللہ نہیں۔بس اسی کی سلطنت ہے، اسی کے لیئے مدح وستائش ہے۔وہ ہر شئے پر قادر ہے۔واپس آ رہے ہیں، توبہ کرتے ہوئے، فرمانبردارنہ، زمین پر پیشانی رکھ کر اپنے پروردگار کی مدح وستائش میں مصروف ہو کر۔خدا نے اپنا وعدہ سچا کیا۔اپنے بندے کی مدد کی اور تمام قبائل کو تنہا شکست دی!''

O

Marfat.com

پینتیسواں باب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی علالت اور رحلت

ابو مسلم نے ابو موسیٰؓ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ نبی ﷺ نے ایک دفعہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جب کسی اُمت پر رحمت کا دروازہ کھولتا ہے تو وہ اس کے پیغمبر کو پہلے ہی موت دے دیتا ہے تا کہ وہ اس امت کے آگے بطورِ میرِ سامان وسلف روانہ ہو جائے۔ اور جس امت کی ہلاکت و بربادی منظور ہوتی ہے، اسکے پیغمبر کو اس امت سے علیٰحدہ کر دیتا ہے اور اسے دیر تک زندہ رکھتا ہے تا کہ وہ اپنی نافرمان امت کی موت و ہلاکت کا منظر دیکھ سکے۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو نبی ﷺ مدت العمر تو اپنی امت کیلئے باعث رحمت بنے ہی رہے، لیکن آپ ﷺ کی وفات بھی امت کیلئے رحمت کی علامت ثابت ہوئی۔

سورہ فتح میں آپ ﷺ کے فرائض کے مکمل ہونے اور نعمت کے تمام ہونے کا اعلان کیا گیا تھا۔ ساتھ ہی یہ ہدایت بھی کی گئی تھی اب حضور ﷺ اپنا وقت زیادہ سے زیادہ یادِ الٰہی میں بسر کریں۔ چنانچہ ۱۰ھ کے رمضان میں آپ ﷺ بیس دن تک اعتکاف میں بیٹھے تھے ورنہ اس سے قبل آپ ﷺ صرف دس دن تک ہی اعتکاف میں بیٹھتے تھے۔ ہر رمضان میں حضرت جبریل صرف ایک بار ہی دورۂ قرآن کروایا کرتے تھے، لیکن اس سال دو دفعہ دورۂ قرآن کروایا گیا۔ شہدائے احد کو ایسی افراتفری کس مپرسی کے عالم میں دفن کیا گیا تھا کہ ان کی نمازِ جنازہ بھی نہیں پڑھائی جا سکی تھی۔ اب جبکہ آپ ﷺ تمام مسلمانوں کو شرفِ دیدار و ملاقات بخش رہے تھے اور انہیں اپنی دعاؤں سے نواز رہے تھے،

Marfat.com

آپ ﷺ نے اپنے ان وفادار ساتھیوں کو فراموش نہ کیا جنہوں نے احد کی خوفناک جنگ میں پروانہ وار آپ ﷺ پر اپنی جانیں نثار کر دی تھیں۔ آپ ﷺ نے دیر تک احد میں ان کیلئے دعائیں فرمائیں۔ اور انہیں یوں الوداع کہا جیسے کوئی مرنے والا اپنے زندہ ساتھیوں کو الوداع کہتا ہے (1)۔ پھر آپ ﷺ نے وہیں ایک خطبہ ارشاد فرمایا:

''میں تم سے پہلے حوض پر جا رہا ہوں جسکی وسعت اتنی ہے جتنی جحفہ سے ایلہ تک۔ مجھ کو تمام دنیا کے خزانوں کی کنجیاں دی گئی ہیں۔ مجھے یہ ڈر نہیں کہ تم میرے بعد شرک کرنے لگو گے۔ لیکن میں اس سے ڈرتا ہوں کہ تم دنیا میں نہ پڑ جاؤ اور اسکے لئے تم آپس میں کشت وخون نہ کرنے لگو اور اس طرح ہلاک نہ ہو جاؤ جس طرح پہلی قومیں ہلاک ہوئی ہیں۔''

عرب کے اندر تو صورتِ حال کافی حد تک مسلمانوں کے قابو میں تھی، تاہم شامی سرحدات پر ابھی خطرے کے بادل منڈلا رہے تھے۔ رومی کسی وقت بھی حملہ آور ہو سکتے تھے۔ حضرت زیدؓ بن حارثہ شام کے سرحدی عربوں کے ہاتھوں شہید ہوئے تھے۔ ان کے خون کا قصاص لینا بھی باقی تھا۔ چنانچہ آغازِ مرض سے ایک روز پہلے آپ ﷺ نے ایک لشکر اسامہؓ بن زید کی سربراہی میں تیار کیا اور اسامہؓ کو حکم دیا کہ وہ اپنے والد کا انتقام لینے کے لئے شام کی طرف روانہ ہو جائیں۔

(۱) اہل بقیع کیلئے دعائے مغفرت:

حج سے واپسی کے بعد آپ ﷺ کو مدینہ میں تقریباً دو ماہ گزر چکے تھے۔ ۱۸ یا ۱۹ صفر ۱۱ھ کی رات آپ ﷺ استراحت فرما رہے تھے۔ نصف شب کے قریب آپ ﷺ اچانک بستر سے اٹھے اور اپنے خادم ابو مویہبہ کو جگا کر فرمایا: ''ابو مویہبہ! مجھے اللہ تعالیٰ کی

Marfat.com

طرف سے حکم ملا ہے کہ میں بقیع کے لوگوں کیلئے دعائے مغفرت کروں۔اس لئے تم میرے ساتھ چلو!'' نبی ﷺ ابومویہبہ کو لے کر بقیع کے قبرستان کی طرف روانہ ہو گئے جو کہ مدینہ کی مشرقی جانب آبادی سے بالکل متصل واقع تھا۔ وہاں آپ ﷺ نے قبروں کے درمیان کھڑے ہو کر دعا فرمائی:

" اَلسَّلاَمُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الْمَقَابِرِ اِلَيْهَنِئ لَكُمْ مَا اَصبَحْتُمْ بِمَا اَصْبَحَ النَّاسُ فيْه ، اَقْبَلَتِ الْفِتَنُ كَقِطَعَ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ يَتْبَعُ اٰخِرُ هَا اَوَّ لُهَا الْاٰخِرَةُ اشرُّمِنَ لْاُوْلىٰ"

''اے اہل قبور! تم پر سلامتی ہو! جس حالت میں لوگ ہیں، اسکے مقابلے میں تمہیں وہ حالت مبارک ہو جس میں تم ہو! فتنے اسطرح سامنے آ گئے ہیں جسطرح تاریک رات کے ٹکڑے کہ ہر ٹکڑا پہلے ٹکڑے کے پیچھے چلا آ رہا ہے اور جو دوسرا ٹکڑا ہے وہ پہلے ٹکڑے سے زیادہ فتنہ انگیز ہے!''

پھر آپ ﷺ ابومویہبہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

"اِنِّىْ قَدَ اوتِيْتُ مَفَا تِيْحَ خَزَائِنَ الدُّنْيَا وَالْخُلْدَ فِيهَا، ثُمَّ الجَنَّة فَخَيِّرْتُ بَيْنَ ذَالِكَ وَبَيْنَ لِقَاءِ رَبِّىْ وَ الْجَنَّةَ"

''ایک طرف دنیا بھر کے خزانوں کی کنجیاں اور ان میں ہمیشہ کے لیئے رہنا بھی مجھے دیا گیا ہے (اور دوسری طرف) جنت دی گئی ہے اور اس کے بعد دنیا کے خزانوں اور لقاءِ رب نیز جنت کے درمیان اختیار دیا گیا ہے (کہ میں ان دونوں میں سے جو چاہے اختیار کر لوں)''

ابومویہبہؓ نے عرض کیا: ''یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ دنیا کے خزانوں کی کنجیاں اور اس میں ہمیشہ رہنا بھی لے لیں اور جنت بھی لے لیں!''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں ابو مویہبہ! خدا کی قسم! میں لقائے رب اور جنت چن چکا ہوں!'' اس کے بعد آپ ﷺ نے بقیع کے مرحومین کیلئے دعائے مغفرت فرمائی اور واپس تشریف لے آئے۔(2)

(۲) مرض الوفات کا آغاز:

جنت البقیع سے واپسی پر نبی ﷺ نے سر میں ہلکا سا درد محسوس کیا۔ یہ چہار شنبہ کا دن تھا اور آپ ﷺ حضرت میمونہؓ کے گھر مقیم تھے۔ مرض الوفات کا آغاز ہو چکا تھا۔ بیماری میں افاقہ نہ ہوا بلکہ دھیرے دھیرے یہ بڑھتی گئی۔ تاہم پانچ روز تک آپ ﷺ باری باری مختلف ازواج کے ہاں تشریف لے جاتے رہے اور نمازیں بھی پڑھاتے رہے۔ دوشنبہ کو مرض میں خاصی شدّت آ گئی۔ آپ ﷺ نے ازواج سے حضرت عائشہؓ کے گھر منتقل ہونے کی اجازت لے لی۔ حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ نے حضور ﷺ کو دونوں بازوؤں سے تھاما ہوا تھا۔ پھر بھی آپ ﷺ بمشکل لڑکھڑاتے قدموں سے چلتے حضرت عائشہؓ کے گھر پہنچ سکے۔ آخری ہفتہ آپ ﷺ نے یہاں گزارا۔ اس دوران حضرت عائشہؓ معوذتین اور آپ ﷺ سے سیکھی ہوئی دیگر دعائیں پڑھ پڑھ کر آپ ﷺ پر پھونکتی رہیں۔

ابتدائے مرض میں جب تک آپ ﷺ میں ہمت تھی نمازیں خود ہی پڑھایا کرتے تھے۔ پھر مرض کی شدت سے اس میں تعطل آ گیا۔ آپ ﷺ کل تیرہ یا چودہ دن بیمار رہے۔

(۳) آخری خطبہ:

وفات سے پانچ دن پہلے آپ ﷺ کا جسم اطہر بخار سے پھنکنے لگا۔ بار بار غشی طاری ہو جاتی۔ آپ ﷺ نے حکم دیا کہ مدینے کے سات کنوؤں سے سات مشکیں پانی کی

Marfat.com

لائی جائیں اور آپ ﷺ کے اوپر انڈیلی جائیں، تاکہ وہ اس قابل ہوسکیں کہ لوگوں کے پاس آخری مرتبہ جاسکیں اور انہیں وصیت کرسکیں۔ سات مشکیزوں میں پانی لایا گیا اور آپ ﷺ کو ایک ٹب میں بٹھا کر پانی انڈیلا گیا حتیٰ کہ آپ ﷺ نے مزید پانی انڈیلنے سے منع فرمادیا۔

جسم پر پانی انڈیلنے کی وجہ سے بخار کی شدّت میں فوری طور پر کمی واقع ہوگئی اور آپ ﷺ نے اتنا افاقہ محسوس کیا کہ اٹھ کر مسجد میں جاسکیں۔ آپ ﷺ اٹھے اور آہستہ آہستہ چلتے مسجد میں تشریف لائے۔ تکلیف کی وجہ سے سر پر رومال بندھا ہوا تھا۔ آپ ﷺ منبر پر رونق افروز ہوئے اور بیٹھ کر خطبہ ارشاد فرمایا:

''یہود و نصاریٰ پر اللہ کی لعنت! کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہیں بناڈالا۔ تم لوگ ہرگز میری قبر کو بت بنا کر نہ پوجنا!''

پھر آپ ﷺ نے اپنے آپ کو قصاص کیلئے پیش فرمایا اور کہا:

''میں نے کسی کی پشت پر کوڑا مارا ہو، تو میری کمر حاضر ہے، وہ بدلہ لے سکتا ہے۔ اگر میں نے کسی کو بے آبرو کیا ہو تو میری آبرو حاضر ہے، وہ بدلہ لے لے!''

پھر آپ ﷺ منبر سے نیچے اتر آئے اور نمازِ ظہر پڑھائی۔ اسکے بعد لوگوں کو وصیتیں اور نصیحتیں کیں اور اعلان فرمایا اگر کسی کا میرے ذمّہ کچھ واجب الادا ہو تو بتادے۔ ایک شخص نے اٹھ کر کہا'' آپ ﷺ کے ذمّہ میرے تین درہم واجب الادا ہیں!'' آپ ﷺ نے فضلؓ بن عباس کو حکم دیا کہ وہ اس شخص کو تین درہم ادا کردیں۔

پھر اُحد کے شہیدوں کو یاد کر کے دیر تک ان کے لیئے دعائے مغفرت کرتے

Marfat.com

رہے۔اسکے بعد ارشاد فرمایا؛

''اللہ نے اپنے ایک بندے کو دنیا میں رہنے یا اس کے پاس چلے آنے کا اختیار دیا ہے تو اس بندے نے خدا کے پاس چلنے کو ترجیح دی ہے!''

صحابہ اس اشارے کو نہ سمجھ سکے۔تاہم حضرت ابوبکرؓ بات کی تہہ تک پہنچ گئے اور بے اختیار رونے لگے۔انہوں نے کہا ''یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ پر ہمارے ماں باپ فدا ہوں!'' آپ ﷺ نے انہیں تسلی دی اور فرمایا:

''میں رفاقت اور مال میں ابوبکرؓ کا سب سے زیادہ احسان مند ہوں، اگر میں اللہ کے علاوہ کسی اور کو دوست بناتا تو ابوبکر کو ہی بناتا۔لیکن میرا ان کے ساتھ اسلام کی اخوت و محبت کا تعلق ہی کافی ہے! مسجد کے تمام دروازے بند کر دیئے جائیں، لیکن ابو بکر کا دروازہ کھلا رکھا جائے۔''(3)

پھر انصار کے بارے میں فرمایا:

''انہوں نے عمدہ طور پر ہماری نصرت و اعانت کی۔پس جو نفع و نقصان کا متولّی ہو (یعنی خلیفہ ہو) ان کے نیکوکاروں سے حسنِ سلوک کرے۔اور انکے خطاکاروں سے درگزر کرے!''(4)

اسکے بعد آپ ﷺ حجرۂ عائشہؓ میں تشریف لے آئے۔آپ ﷺ نے اپنی صاحبزادی فاطمہؓ الزہرا کے کان میں کوئی بات کی۔وہ رونے لگیں۔آپ ﷺ نے پھر سرگوشی میں ان سے کچھ کہا تو وہ ہنسنے لگیں۔بعدازاں حضرت فاطمہؓ نے حضرت عائشہؓ کو بتایا کہ آنحضرت ﷺ نے پہلی دفعہ اپنی وفات کے بارے میں بات کی تھی لہذا میں رو پڑی تھی۔دوسری دفعہ یہ خبر دی تھی کہ میں ہی سب سے پہلے انہیں ملوں گی، اس پر میں خوش ہوگئی

Marfat.com

تھی۔

(۴) مرضُ الوفات کی شدّت:

اب تک نمازیں آپ ﷺ خود ہی پڑھاتے تھے۔ اس دن بھی نمازِ مغرب آپ ﷺ نے خود پڑھائی تھی اور اس میں سورہ اَلمرسلات عرفا تلاوت فرمائی تھی۔ لیکن عشاء کا وقت ہوا تو استفسار فرمایا: ''کیا نماز ہو چکی؟'' عرض کیا گیا: ''آپ ﷺ کا انتظار ہو رہا ہے۔'' آپ ﷺ نے لگن میں پانی منگوا کر غسل فرمایا۔ لیکن جب اٹھنے لگے تو غش آ گیا۔ کچھ دیر بعد طبیعت سنبھلی تو پوچھا: ''کیا نماز ہو چکی؟'' لوگوں نے وہی جواب دیا: ''آپ ﷺ کا انتظار ہو رہا ہے!'' پھر اٹھنا چاہا لیکن پھر غشی طاری ہو گئی۔ تین دفعہ یہی صورتِ حال پیش آئی۔ پھر حکم دیا: ''مروا ابابکر فلیُصَلّ بِالنّاس'' کہ ابو بکرؓ نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہ نے عرض کیا کہ ''ابا جان بڑے رقیق القلب ہیں، آپ ﷺ کی جگہ ان کا کھڑا ہونا مشکل ہوگا!'' لیکن حضور ﷺ نے پھر حکم دیا کہ ابو بکرؓ ہی نماز پڑھائیں۔ چنانچہ حکم کی تعمیل میں ابو بکرؓ نے نماز پڑھائی۔ حضرت ابو بکرؓ نے آپ ﷺ کی حیاتِ اقدس میں آپ ﷺ ہی کے حکم پر کل سترہ نمازیں پڑھائیں۔(5)

آپ ﷺ کے دروازے کے باہر تیمارداروں کا ہجوم اکٹھا ہو گیا تھا۔ آپ ﷺ نے حکم دیا کہ کاغذ قلم لایا جائے تا کہ میں ایسی تحریر لکھوا دوں جس سے تم گمراہی سے بچے رہو۔ کسی نے کہا (بعض روایات کی رو سے یہ حضرت عمرؓ تھے) کہ اس وقت نبی ﷺ تکلیف میں ہیں اور بار بار آپ ﷺ پر غشی طاری ہو جاتی ہے، اس لیئے آپ ﷺ کو زحمت دینا مناسب نہیں، تمہارے گھروں میں قرآن موجود ہے جو تمہارے لئے کافی ہے! لیکن کچھ لوگوں نے کاغذ قلم لانے اور تحریر حاصل کرنے پر زور دیا۔ جب لوگ آپس میں جھگڑنے لگے تو آپ ﷺ نے حکم دیا کہ میرے پاس سے ہٹ جاؤ۔(6)

Marfat.com

اس دوران حضرت اسامہؓ آ گئے۔ وہ مقام جرف پر اپنا لشکر لے کر رکے ہوئے تھے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی شدید علالت کی خبر ملی تھی۔ حضرت اسامہؓ حضور ﷺ کی خیریت معلوم کرنے آئے۔ حضور ﷺ نے انہیں دیکھا تو آسمان کی طرف ہاتھ بلند کیا، پھر اسامہؓ کے سر پر ہاتھ رکھا، گویا انہیں دعا دے رہے تھے۔

مرض کی شدّت کو دیکھ کر گھر کے بعض افراد نے آپ ﷺ کو دوا پلا دی۔ یہ دراصل ایک شربت تھا جو ذات الجنب (نمونیا) کے مریضوں کو دیا جاتا تھا اور اسکی ترکیب حضرت میمونہؓ کی قرابت دار حضرت اسماءؓ نے حبشہ کی ہجرت کے دوران سیکھی تھی۔ جب کچھ افاقہ ہوا تو آپ ﷺ نے پوچھا کہ مجھے یہ دوا کیوں پلائی گئی ہے؟ حضرت عباسؓ نے عرض کیا: ''یارسول اللہ! یہ دوا ذات الجنب میں فائدہ دیتی ہے۔ اس کے بس چند قطرے آپ ﷺ کے دہن مبارک میں ٹپکائے گئے ہیں۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''لیکن مجھے تو ذات الجنب نہیں!'' پھر آپؐ نے حکم دیا یہ دوا ان تمام افراد کو پلائی جائے جن کے مشورے سے یہ حضور ﷺ کو دی گئی تھی۔ چنانچہ حضرت عباس کے سوا تمام افرادِ خانہ کو یہ تلخ اور بد ذائقہ شربت پینا پڑا۔ حتیٰ کہ حضرت میمونہؓ کو اپنا روزہ بھی توڑنا پڑا۔ (7) یہ دراصل کوئی سزا نہ تھی بلکہ آپ ﷺ کا اپنے اہل خانہ سے ایک اندازِ مزاح تھا۔

آپ ﷺ نے اپنی علالت کے دوران یہ بھی فرمایا کہ آپ ﷺ پر اس زہر کا اثر نمایاں ہو گیا ہے جو کہ خیبر میں ایک یہودی عورت نے آپ ﷺ کو دیا تھا۔ (8)

(۵) افاقۃُ المَوت:

وفات سے ایک یا دو روز قبل آپ ﷺ کی طبیعت کچھ سنبھل گئی۔ گھر والوں نے سمجھا کہ شاید اس دوا کا اثر ہے جو آپ ﷺ کو پلائی گئی تھی۔ فجر کی نماز شروع ہو چکی تھی۔ حضرت ابو بکرؓ امامت کر رہے تھے۔ بعض روایات میں ہے کہ آپ ﷺ اس دفعہ بھی

Marfat.com

حضرت عباسؓ کا سہارا لے کر مسجد میں تشریف لائے۔ صحابہ نے آپ ﷺ کی آمد کو محسوس کر کے آپ ﷺ کے مصلّٰی تک راستہ چھوڑ دیا۔ آپ ﷺ نے صحابہ کو اشارہ کیا کہ نماز میں خلل نہ آنے دیں۔ ادھر حضرت ابو بکرؓ بھی سمجھ گئے کہ نبی ﷺ تشریف لائے ہیں۔ وہ حضور ﷺ کا مصلّٰی چھوڑ کر پیچھے مقتدیوں کی صف میں آنے لگے تو حضور ﷺ نے انکی پشت پر ہاتھ رکھ کر آہستگی سے فرمایا: ''صلّ بالناس'' یعنی ابو بکرؓ! آپ ﷺ ہی لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ لیکن ابو بکرؓ پھر قدرے پیچھے ہٹ آئے۔ لانے والوں نے حضور ﷺ کو ابو بکرؓ کے بائیں پہلو میں بٹھا دیا۔ آپ ﷺ نے بیٹھے ہوئے امامت فرمائی۔ حضرت ابو بکرؓ مکبّر کے فرائض انجام دیتے رہے۔ بقول ابن سعد حضور ﷺ نے ایک رکعت ابو بکرؓ کی اقتداء میں ادا کی۔ حضور ﷺ کی طرح ابو بکرؓ نے بھی بیٹھ کر ہی نماز پڑھی۔ (9)

بعد از نماز آپ ﷺ نے اپنا رخ مقتدیوں کی طرف پھیرا اور یوں کلام فرمایا:

"سُعِرَّتِ النَّارُ و اَقْبَلَتِ اِلْفِتَن کَقِطَعِ اللَّیْل المُظْلِمِ وَ اِنِّیْ و الله ! مَا تَمَسَّکُوْنَ علیٰ لشِیٍ ! اِنِّیْ و الله ُ لَمْ اُحِلَّ اِلَّا مَا اَحَلَّ القُرْآن وَمَا اُحَرِّمُ اِلَّا مَا حَرَّ مَ الْقُرْآن و لَعنُ قَوماً اتّخَذُوا قبُور انبیاء هم مَسَاجِداً"

''آگ بھڑک اٹھی ہے۔ اندھیری رات کے ٹکڑوں کی طرح فتنے امنڈتے چلے آ رہے ہیں۔ خدا کی قسم! میرے فرمان کے علاوہ تمہیں کسی چیز سے تمسک نہیں کرنا چاہیئے۔ میں اس پر بھی خدا کی قسم کھاتا ہوں کہ میں نے وہی سب کچھ حلال کیا ہے جو کچھ قرآن نے حلال کیا ہے۔ اور وہی کچھ حرام کیا ہے جو قرآن نے حرام کیا ہے۔ اس قوم پر خدا کی لعنت جس نے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہیں بنا ڈالا۔'' (10)

حضور ﷺ کے اسطرح مسجد میں آنے، نماز پڑھانے اور بات چیت کرنے سے

Marfat.com

تمام مسلمانوں میں یہ تاثر پھیل گیا کہ اب آپ ﷺ کی صحت بہتر ہو گئی ہے۔ چنانچہ ہر طرف خوشی اور اطمینان کی لہر دوڑ گئی اور سب لوگ اپنے کام کاج میں لگ گئے۔

لیکن یہ تو افاقۃ الموت تھا۔ شام تک حضور ﷺ کی طبع مبارک بہت زیادہ ناساز ہو گئی۔ پیر کی صبح تک آپ ﷺ باہر نہ آئے۔ پیر کی صبح نماز ہو رہی تھی کہ آپ ﷺ نے حجرے کا پردہ اٹھا کر دیکھا۔ لوگوں کو انہماک اور خضوع و خشوع سے نماز پڑھتے دیکھ کر آپ ﷺ کو نہایت مسرت ہوئی اور آپ ﷺ نے تبسم فرمایا۔ لوگ آپ ﷺ کو دیکھ کر بے قرار ہو گئے لیکن آپ ﷺ نے انہیں نماز جاری رکھنے کا ارشارہ فرمایا اور پردہ گرا دیا۔ اس وقت تک ابو بکرؓ سترہ نمازیں پڑھا چکے تھے۔ حضور ﷺ پر اس کے بعد نماز کا وقت نہیں آیا۔

(۶) سکراتُ المَوت اور یومِ وفات:

تکلیف لحہ بہ لحہ بڑھتی جا رہی تھی۔ سارا بدن بخار میں پھنک رہا تھا۔ چہرہ مبارک کبھی زرد پڑ جاتا اور کبھی سرخ ہو جاتا۔ آپ ﷺ کے قریب پانی ایک برتن رکھا تھا۔ آپ ﷺ بار بار اس میں ہاتھ بھگو کر چہرے پر پھیرتے۔ حضرت فاطمہؓ کا کلیجہ آپ ﷺ کی تکلیف کو دیکھ کر کٹنے لگا۔ وہ کہنے لگیں: ''واکرب واباتاہ!'' یعنی آہ! میرے باپ کی جان پر کیا بیت رہی ہے! حضور ﷺ نے بیٹی کی آواز سن لی اور فرمایا: ''بیٹی! آج کے بعد تیرے باپ پر کوئی جسمانی سختی نہ رہے گی!''

اچانک دروازے پر آہٹ ہوئی۔ فاطمہؓ نے چونک کر پوچھا: ''کون ہے؟'' حضور ﷺ بولے ''یہ وہ ہے جس کے آنے سے بچے یتیم ہو جاتے ہیں، عورتیں بیوہ ہو جاتی ہیں اور جماعتیں پراگندہ ہو جاتی ہیں۔ یہ تمناؤں کا خون کرنے والا فرشتۂ اجل ہے اور اندر آنے کی اجازت چاہتا ہے!'' پھر آپ نے حسنین کو بلا کر پیار کیا۔ پھر تمام ازواج کو بلایا اور

Marfat.com

پھر علیؓ کو بلایا۔ علیؓ نے حضور ﷺ کا سر گود میں رکھ لیا۔

کچھ دیر بعد عبدالرحمٰن بن ابی بکر حضور ﷺ کی خیریت دریافت کرنے آ گئے۔ ان کے ہاتھ میں تازہ مسواک تھی۔ آپ ﷺ کی نظریں مسواک پر جم گئیں۔ حضرت عائشہؓ نے منشاءِ نبوی بھانپ لیا اور عبدالرحمٰن سے مسواک لے کر پہلے خود اچھی طرح چبا کر نرم کی اور پھر حضور ﷺ کو دے دی۔ حضور ﷺ نے دانت صاف کرنے کے بعد مسواک عائشہؓ کو لوٹا دی۔ اتنے میں عائشہؓ نے آپ ﷺ کے سینے سے گڑگڑاہٹ کی آواز بلند ہوتی سنی۔ وہ فوراً آگے بڑھیں اور حضور ﷺ کا سر مبارک اپنی گود میں لے لیا۔ کان لگا کر سنا تو نہایت مدہم آواز میں فرما رہے تھے ''اللّٰھمّ اعنی علیٰ سکرات الموت!'' یعنی اے اللہ! اس جان کنی کے عالم میں میری مدد فرما!'' پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''الصّلوٰۃ ! الصّلوٰۃ وما ملکت ایمانکم '' یعنی نماز! نماز! اور تمہارے لونڈی غلام (یعنی تمہارے زیردست!) پھر آپ ﷺ نے تین بار فرمایا: ''الرّفیق الاعلیٰ'' یعنی ''اپنے رفیق اعلیٰ کے پاس! پھر آواز بتدریج معدوم ہوگئی اور آنکھیں پتھرا گئیں۔ وہ انسان رخصت ہو چکا تھا جس نے اس دنیا سے لیا بہت ہی کم، لیکن اسے دیا اتنا زیادہ کہ نہ کوئی انسان آج تک اسے دے سکا اور نہ کبھی دے سکے گا۔ نبی ﷺ کو اس دنیا میں ہی حیاتِ جاوداں کا اختیار دیا گیا تھا، لیکن آپ ﷺ تو ساری عمر رضائے الٰہی کی تکمیل میں مصروف رہے تھے۔ لہٰذا آپ ﷺ نے فانی انسانوں کی طرح نذرانہ جاں پیش کر کے مشیتِ الٰہیہ کا آخری تقاضا بھی پورا کر دیا۔ یہ ۱۲ ربیع الاوّل ۱۱ھ پیر کا دن تھا۔ اس وقت جناب رسالتمآب ﷺ کی عمر شریف تریسٹھ سال چار دن ہو چکی تھی۔

اللّٰھم صلی علی سیدنا و مولانا محمد عبدك و رسولك النّبی الامّی وعلیٰ اٰلِهٖ و اصحابِهٖ و سلّم۔

Marfat.com

(۷) تکفین وتدفین:

جب حضور ﷺ کی وفات ہوئی تو حضرت عائشہؓ کو آپ ﷺ کا سر مبارک اپنی گود میں قدرے بھاری محسوس اور انہوں نے آہستگی سے اسے تکیہ پر رکھ دیا۔ انہیں احساس نہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ دارِ فانی کو الوداع کہہ چکے ہیں۔ انہیں دوسری عورتوں کی آہ وبکا اور گریہ زاری سے حضور ﷺ کی وفات کا اندازہ ہوا۔ پھر وہ بھی ماتم کرنے والی عورتوں کے ہجوم میں شامل ہوگئیں۔

وہ لوگ جو نبی ﷺ کو چلتے پھرتے اور کام کاج کرتے دیکھتے آئے تھے، انہوں نے یکلخت یہ محسوس کیا کہ جیسے ایک بہت بڑا سہارا ان سے چھن گیا ہو۔ خیر وبرکت اور انوارِ الٰہیہ کا وہ لمس جسے حضور ﷺ کی قربت کی وجہ سے وہ اپنے قلب وروح پر محسوس کرتے رہے تھے، اچانک معدوم ہوگیا۔ کچھ تو ایسے تھے جن کا اس عظیم صدمہ سے کلیجہ شق ہوگیا۔ ان کی گریہ وزاری تھمتی نہ تھی۔ کچھ ایسے تھے جو اس جانکسل حادثہ کی شدت سے پتھر ہو کر رہ گئے تھے۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ میں نے اس دن سے روشن تر اور مبارک تر دن نہیں دیکھا جب کہ آپ ﷺ مدینہ تشریف لائے تھے اور اس دن سے اقبح اور تاریک تر دن نہیں دیکھا جس دن کہ آپ ﷺ کی وفات ہوئی۔

حضرت عمرؓ جیسے صحابی اس صدمے سے اپنے ہوش وحواس کھو بیٹھے اور نیام سے تلوار نکال کر مسجد میں ادھر ادھر دوڑنے لگے۔ وہ کہتے جارہے تھے کہ اگر کسی نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ فوت ہوگئے ہیں تو میں اس کا سر اڑا دونگا، آپ ﷺ تو اللہ سے ملنے گئے ہیں اور کچھ دیر بعد تشریف لے آئیں گے۔

حضرت ابوبکرؓ حضور ﷺ سے اجازت لے کر اپنی اہلیہ سے ملنے سخ (11) گئے

Marfat.com

ہوئے تھے۔ آپ ﷺ کی وفات کی خبر سن کر فوراً واپس آئے۔ حجرۂ عائشہؓ میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ آپ ﷺ کے جسم اطہر کو ایک ردا سے ڈھانپ دیا گیا ہے۔ انہوں نے چہرے سے چادر کا کونا اٹھایا اور آپ ﷺ کی پیشانی کو چوما اور پھر کہا: ''میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان! بے شک آپ ﷺ پر موت آ چکی ہے اور اللہ آپ ﷺ پر دو موتیں وارد نہیں کرے گا۔''

پھر حضرت ابوبکرؓ مسجد میں آئے جو ماتم کدہ بنی ہوئی تھی۔ وہاں آپؓ نے ایک بلیغ خطبہ دیا:

"ایھالنّاس من کان منکم یعبد محمداًفانّه قدمات و من کان یعبد الله فانّه حیّ لایموت (قال الله تعالیٰ) وَمَا مُحَمَّدٌ اِلّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَائِنْ مَاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰی اَعْقَابِکُمْ وَ مَنْ یَّنْقَلِبْ عَلٰی عَقِبَیْهِ فَلَنْ یَّضُرَّ اللّٰهَ شَیْئاًوَسَیَجْزِی اللّٰهُ الشّٰکِرِیْنَ۔" (آل عمران: ١٤٤)

''اے لوگو! تم میں سے جو محمد کی عبادت کرتا تھا، وہ سن لے کہ وہ فوت ہو چکے ہیں اور جو اللہ کی عبادت کرتا ہے، تو اللہ اب بھی زندہ ہے اور کبھی مرنے والا نہیں (اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے) کہ محمد فقط ایک رسول ہیں، بہت سے رسول ان سے پہلے گزر چکے ہیں۔ پس کیا اگر وہ (محمد) مر جائیں یا قتل کر دیئے جائیں تو تم الٹے پاؤں (کفر کی طرف) پھر جاؤ گے؟ (یاد رکھو!) جو شخص بھی اسطرح مرتد ہوگا وہ اللہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ اور اللہ قدر دانوں کو جزا دیتا ہے۔''

عجیب بات ہے کہ حضرت ابوبکرؓ جیسے صحابی نے جو کہ بہت رقیق القلب تھے، ایسے موقع پر ہوش وحواس قائم رکھے بلکہ دوسرے لوگوں کو بھی سنبھالا۔ انکے خطاب کے بعد

Marfat.com

مسجد میں سناٹا چھا گیا۔ حضرت عمرؓ کو بھی ہوش آ گیا۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے ایسے لگا جیسے یہ آیۂ قرآنی میں نے پہلی دفعہ سنی ہو۔ پھر تمام مسلمانوں نے صبر کی سِل اپنے سینے پر رکھی اور رحلتِ نبوی ﷺ کو اٹل حقیقت سمجھ کر قبول کرلیا۔ انا لِلّٰہِ وانا الیہ راجعون۔

اسکے بعد نبی ﷺ کی جانشینی کا مسئلہ اٹھ کھڑا ہوا۔ سقیفہ بن ساعدہ میں انصار اور مہاجرین کے مابین اس مسئلہ پر زبردست اختلاف رائے اور بحث ومباحثہ ہوا۔ بالآخر حضرت ابوبکرؓ متفقہ طور پر خلیفہ بنا دیئے گئے۔ (12) یہ رات اسی طرح مختلف قسم کے کاموں میں گزر گئی۔ نبی ﷺ کے جسمِ اطہر کو ایک یمنی چادر میں ڈھانپا ہوا تھا اور حجرے کا دروازہ بند کر دیا گیا تھا۔

اگلے روز منگل تھا۔ آپ ﷺ کو کپڑوں سمیت غسل دیا گیا۔ یہ کام حضرت علیؓ، حضرت عباسؓ اور حضرت عباسؓ کے دونوں بیٹوں نے مل کر سرانجام دیا۔ اسکے بعد آپ ﷺ کو تین یمنی چادروں میں کفنایا گیا۔

جائے تدفین کے بارے میں کئی آراء سامنے آئیں۔ کسی نے کہا کہ منبر کے قریب دفن کر دیا جائے۔، کسی نے مشورہ دیا کہ یروشلم میں دفنایا جائے کہ اکثر انبیاء وہیں مدفون ہیں، کسی نے کہا کہ منبر کے قریب دفن کر دیا جائے۔ لیکن حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ انبیاء کی جائے تدفین وہی ہوتی ہے جہاں کہ وہ فوت ہوتے ہیں۔ چنانچہ حضرت ابوطلحہؓ نے اس بستر کو اٹھایا جس پر آپ ﷺ فوت ہوئے تھے اور اس جگہ قبر کھودنا شروع کر دی۔

اس کے بعد دس دس صحابہ کرام اندر داخل ہوتے اور بغیر امام کے ہی نمازِ جنازہ پڑھتے۔ پھر بنو ہاشم اور پھر مہاجرین وانصار نے نمازِ جنازہ پڑھی۔ اسکے بعد عورتوں اور بچوں کی باری آئی۔ سارا دن نماز جنازہ پڑھنے والوں کا تانتا بندھا رہا۔ ۱۴ ربیع الاوّل بدھ

کی رات (وفات کے دو روز بعد) حضور ﷺ کی تدفین کر دی گئی۔

تمام انبیاء علیہم السلام میں صرف نبی ﷺ کی قبر شریف کے بارے میں ہی حتمی اور یقینی طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ حضور ﷺ اس میں مدفون ہیں، ورنہ دیگر انبیاء علیہم السّلام کی قبور کا حتمی اور یقینی تعیّن کرنا مشکل ہے۔

----------O----------

Marfat.com

حواشی

پہلا باب محلِ وقوع اور جغرافیہ

۱۔شبلی نعمانی، سیرۃ النبی ﷺ 119/1

۲۔ایسی ڈھلوان وار تلیٹی (Cuestas) کو جو کسی پہاڑ کے ساتھ نشیب کی طرف جاتی ہو، عرب وادی کا نام دیتے تھے۔طوفانی بارشوں سے ان وادیوں میں اکٹھا ہونے والا پانی سیلاب کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔لبید کا یہ خوبصورت شعر انہیں سیلابوں کا حوالہ رکھتا ہے۔

وَ جَلا السُّیُوْلُ عَنِ الطَّلول کاَنْهَا

زُبُر" تُجِدَّ مَتُوْ نَهاَ اَقلاَ مَهاَ

(اور سیلابوں نے کھنڈروں سے ریت وغیرہ کو صاف کر دیا اور انہیں ایسے روشن کر دیا جیسے (مٹے ہوئے حروف کی) کتابوں کی عبارتوں کو (کاتبوں کے) قلم (دوبارہ) نئے کر دیتے ہیں۔)

۳۔دائرہ معارف اسلامہ ج ۱۳ ص ۵۸

۴۔معجم البلدان

۵۔ہِتّی، عربوں کی تاریخ (انگریزی) ص ۱۷۔

۶۔مزید تفصیل کیلئے دیکھیئے: دائرہ معارفِ اسلامیہ: ۱/ ۶۲، ۶۳

۷۔علی بلگرامی، تمدنِ عرب ص ۱۲۵

۸۔غلام مرتضی، تاریخ اقوام عالم ص ۶۶

۹۔علی بلگرامی، کتابِ مذکور ص ۱۱۶۔

دوسرا باب موسم، پیداوار اور نباتیہ وحیوانیہ

۱۔دائرہ معارف اسلامیہ:۵۸/۱۳

۲۔ایضاً

۳۔علی بلگرامی، کتاب مذکور ص۱۰۹۔۱۱۰

۴۔ہٹی، کتاب مذکور ص۱۹

۵۔دائرہ معارفِ اسلامیہ:۵۸/۱۳

۶۔ایضاً ص۶۴

۷۔علی بلگرامی، کتاب مذکور ص ص۱۰۹۔۱۱۰

۸۔ایضاً ص۱۱۳

۹۔مزید تفصیل کیلئے ملاحظہ فرمایئے دائرہ معارف اسلامیہ ص۶۷

۱۰۔ہٹی، کتاب مذکور ص۲۰

تیسرا باب قدیم عرب نسلیں

۱۔مزید تفصیل کیلئے ملاحظہ فرمایئے: سرسید احمد خان، خطبات الاحمدیہ ص ص۵۶۔۵۷

۲۔ایضاً ص۶۴

۳۔مزید تحقیق کیلئے مندرجہ ذیل مآخذ دیکھئے:

(الف)۔محاضراتِ تاریخ الامم للحضرمی باب۱۱،۱۲

(ب)۔مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری، الرحیق المختوم ص ص۴۲۔۴۵

(ج)سرسید احمد خان، کتاب مذکور ص ص۶۶،۶۹

۴۔دائرہ معارف اسلامیہ:۶۷/۱۳

۵۔سلیمان ندوی تاریخ ارض القرآن ص۲۹۳

۶۔مزید تفصیل کیلئے دیکھئے،علامہ سلمان منصور پوری، رحمۃ للعٰلمین ﷺ ص۱۹ (شجرِ طیبہ)

چوتھا باب قدیم عرب ریاستیں

۱۔بحوالہ سلیمان ندوی، تاریخ ارض القرآن ص ص ۱۹۹۔۲۰۰

۲۔حفظ الرحمٰن سیوہاروی 'قصص القرآن ص۳۰۲

۳۔سدِ مآب کا اکثر حصہ پانی میں بہہ گیا تھا۔لیکن اس کا کچھ حصہ آج بھی باقی ہے جس کے مشاہدے سے اس بند کی تعمیر کے بارے میں اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔مزید برآں وہاں سے کچھ ایسی الواح بھی برآمد ہوئی ہیں جن پر کندہ عبارات اس دور کے بارے میں قیمتی معلومات فراہم کرتی ہیں۔علامہ سلیمان ندوی نے بڑی تفصیل سے قوم سبا کا ذکر کیا ہے اور سدِ مآرب کی وضاحت نقشوں سے کی ہے۔ملاحظہ کیجئے ارض القرآن:۱/۱۸۸

۴۔رومیوں نے ۶۴ ق م میں دس ہزار فوجیوں پر مشتمل ایک لشکر یمن پر چڑھائی کیلئے بھیجا تھا۔یہ آگسٹس سیزر کا زمانہ تھا۔اہل یمن نے رومیوں کا مقابلہ کرنے کی بجائے قلعہ بند ہو جانے کو ترجیح دی۔رومی فوجی کچھ عرصہ تو وہاں محاصرہ کیئے پڑے رہے،لیکن جلد ہی موسم کی شدت سے عاجز آ گئے۔محصورین کے پاس خوراک اور پانی کا نہ ختم ہونے والا ذخیرہ تھا۔لیکن محاصرین کو خوراک اور پانی کی فراہمی میں شدید مشکلات پیش آ رہی تھیں۔مشہور مورخ اسٹرابو رومی لشکر کی ناکامی کے کئی بہانے تراشتا ہے،لیکن حقیقت یہ ہے کہ پانی کی کم یابی اور خوراک کی قلت کی وجہ سے ہی بیرونی حملہ آور سرزمین عرب پر حملہ کرنے سے گریز کرتے رہے تھے۔رومی بھی موسم کی شدت اور خوراک کی قلت سے پریشان ہو کر واپس چلے گئے۔بہت سے راستے میں مرکھپ گئے۔جو بچ گئے،وہ بمشکل واپس وطن پہنچ

Marfat.com

سکے۔بعض فوجیوں نے سمندر کے راستے واپسی کا سفر کیا۔عرب سے انکا انخلا ساٹھ دن میں مکمل ہوسکا۔اس طرح اہل یورپ کی عرب فتح کرنے کی یہ پہلی اور آخری کوشش بھی بری طرح ناکام ہوگئی۔مزید تشریح کیلئے ملاحظہ فرمایئے۔ھٹی کتاب مذکورص ۴۶ (Roman Expedition)

۵۔سلیمان ندوی، کتاب مذکور:۱/۱۷۰۔۱۷۱

۶۔ایضاً ص ۱۸۵

۷۔ایضاً

۸۔حفظ الرحمٰن سیوہاروی، کتاب مذکور ۲۷۵/۳

۹۔ابوالکلام آزاد، ترجمان القرآن ج ۲ ص ۳۹۳

۱۰۔سلیمان ندوی، کتاب مذکور:۳۰۵/۲

۱۱۔ایک روایت یہ بھی ہے کہ ذنوبیا نے اپنی انگوٹھی میں چھپایا ہوا زہر چاٹ کر خودکشی کر لی تھی۔

۱۲۔کہا جاتا ہے کہ ابجد کی ابتدا جزیرہ نمائے سینا میں ہوئی۔شروع شروع میں مصری تصویری زبان میں لکھا کرتے تھے۔انکے ہاں بیل کے جو سینگ بنائے جاتے تھے اس سے آرامی زبان کا ''الف'' بنا۔اس طرح چار دیواری کے آگے دروازہ ⊏ گھر (بیت) کی علامت تھا۔اس سے حرف ''ب'' بنا۔اونٹ کی کوہان میں بیٹھا ہوا آدمی ''ج'' (جمل) بنا۔یہیں سے عربی اور عبرانی کے حروفِ تہجی بنے۔یونان کے لوگوں نے بھی یہ حروف تہجی اپنائے لیکن قدرے اختلاف کے ساتھ اور وہاں سے یوروپی زبانوں کا آغاز ہوا۔مزید تفصیل کیلئے ملاحظہ فرمایئے، ھٹیؔ، کتاب مذکورص ص ۷۰۔۷۱۔

۱۳۔ابن ہشام، سیرت النبی ﷺ: ۱/ ۳۷۔

Marfat.com

۱۴۔دائرۂ معارف اسلامیہ:۱۷/۴۱۷

۱۵۔ھٹی، کتاب مذکورص۸۶

پانچواں باب قدیم عرب بدویت اور مدنیت

۱۔مولانا حنیف ندوی، افکارِابن خلدون ص ۳۷۔

۲۔دائرہ معارف اسلامیہ۴/۲۵

۳۔ھٹی، کتاب مذکور۲۵

۴۔ غَزُواً وغَزُ وَاناً و غَزًا وَ ۃً کا معنی ہے لڑنے کیلئے نکلنا، لوٹ مار کے کیلئے حملہ کرنا۔ غازی جنگ کرنے والا اور مُغزِیَہ وہ عورت ہے جس کا خاوند جنگ میں ہو۔المغازی، غازیوں کے کارناموں کے مناقب۔قبل اسلام ہر قسم کی جنگی مہم غزوہ کہلاتی تھی۔ بعدازاں یہ اصطلاح ان جنگوں کیلئے مخصوص ہوگئی جن میں رسول ﷺ نے شمولیت کی تھی۔ وہ فوجی مہم بھی غزوہ کہلانے لگی جس میں آپ ﷺ تشریف لے گئے ہوں اور جنگ نہ ہوئی ہو۔سَرِیّہ وہ فوجی مہم کہلائی جس میں رسول اللہ ﷺ نے خود شرکت نہ فرمائی ہو۔غزوہ کی جمع غزوات اور سَرِیّہ کی سرایا ہے۔

۵۔علی بلگرامی، کتاب مذکورص۱۶۲

۶۔سلیمان ندوی، ارض القرآن۔۲/۳۴۰

۷۔ایضاً ص ص۳۴۱۔۳۴۲

۸۔دائرہ معارف اسلامیہ۸/۳۵

۹۔قاضی ظفرالدین، علق نفیس (سبعہ مُعَلقات) ص۱۹۰۔علامہ اقبال نے بھی عنترہ کے اس شعر کا حوالہ دیا ہے وہ کہتے ہیں کہ اس شعر میں عنترہ رات بھر سخت محنت اور اس کے نتیجے میں حاصل ہونے والی عزت کی روزی کا ذکر کرتا ہے، تو دراصل زندگی کی مثبت اقدار کی تائید کرتا ہے۔رسول

Marfat.com

اللہ ﷺ نے اس شعر کو اس لیے پسند فرمایا تھا کہ اس سے عربوں کے ''مُرُوءۃ'' کے آئیڈیل کا اثبات ہوتا تھا اور اسکے ساتھ اسلامی تعلیمات کی تائید بھی ہوئی تھی۔ مزید تفصیل کیلئے ملاحظہ فرمائیے۔

"Speaches, Writings and Statements of Iqbal" Compiled and edited by Latif Ahmad Shirwani, Iqbal Accademy Lahore 1877 pp. 124-125.

۱۰۔ علی بلگرامی، کتاب مذکور ص ص ۱۴۳۔۱۴۴

چھٹا باب جاہلیت کی سماجی، اخلاقی و مذہبی زندگی

۱۔ دائرہ معارف اسلامیہ: ۸۰/۷

۲۔ ایضاً ص ۸۱

۳۔ ایضاً

۴۔ الکشّاف بذیل تفسیر (۳۳:۳۳)

۵۔ دائرہ معارف اسلامیہ ۱۴/۱۔ ص ۲۱۲

۶۔ ابن عبدربیہ، العقد الفرید ۱۰۸/۳ بحوالہ دائرہ معارف اسلامیہ ج ۱۴/۱ ص ۲۲۶

۷۔ صفی الرحمٰن مبارک پوری، کتاب مذکور ص ۸۳

۸۔ بعض اہل علم کے بقول ایک شخص عمرو ابن لحی شام سے بت لے کر اندرونِ عرب آیا تھا۔ ابن ہشام ۱۰۸/۱

۹۔ سرسید احمد خان، کتاب مذکور ص ۱۵۵

۱۰۔ سلیمان ندوی، ارض القرآن ص ۴۱۴

Marfat.com

۱۱۔ حضرت ابراہیمؑ ''اُر'' میں پیدا ہوئے تھے۔ صابئیت کا بڑا مرکز ''حران'' تھا۔ یہ ''اُر'' دراصل ''حران'' ہی ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیمؑ نے جس ماحول میں آنکھ کھولی وہ بت پرستی اور ستارہ پرستی کے رجحانات سے لبریز تھا۔ سورہ انعام میں حضرت ابراہیمؑ کے عرفان حقیقت کو تمثیلی انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ اسی لیئے انہوں نے عوام کے اعتقادات کو رد کرنے کیلیئے وہ اسلوب اختیار کیا جو اہلِ مناظرہ کے ہاں رائج ہے۔

مزید تشریح کیلیئے دیکھئے۔

(الف) سلیمان ندوی، ارض القرآن ص ۳۴۶ (صابیت)

(ب) سرسید احمد خان، کتاب مذکور ص ۱۶۷

۱۲۔ سلیمان ندوی، کتاب مذکور ص ۱۱۲

۱۳۔ ھٹی، کتاب مذکور ص ۱۰۷

ساتواں باب حضرت اسمٰعیلؑ اور مکّہ معظّمہ

۱۔ بعض لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیمؑ نے یہ جھوٹ بولا تھا کہ بڑے بت نے چھوٹے بتوں کو توڑا ہے۔ یہ اعتراض قطعی بے بنیاد ہے کیونکہ یہ استدلال کا ایک خاص انداز ہے جس میں کوئی شخص اپنے مخالف کے منہ سے وہ بات کہلواتا ہے جس پر کہ وہ خود یقین رکھتا ہے۔ مزید برآں حضرت ابراہیمؑ نے بیماری کا جو عذر پیش کیا تھا۔ (انی سقیم) تو عین ممکن ہے کہ ان کی طبیعت واقعی ناساز ہو۔ کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ اسے خوامخواہ جھوٹ قرار دے دے۔

۲۔ حضرت ہاجرہ دراصل شاہِ مصر کی بیٹی تھیں۔ انہیں شاہِ مصر نے حضرت ابراہیمؑ کے عقد میں دے دیا تھا تاکہ وہ اس دور کے دستور کے مطابق ابراہیمؑ کی پہلی بیوی (سارہ) کی

خدمت کریں۔ اسی وجہ سے اسرائیلی مفسّرین نے انہیں شاہزادی کی بجائے لونڈی قرار دے کران کا مرتبہ کم کرنے کی کوشش کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ بنوسارہ یا بنواسرائیل حضرت ابراہیمؑ کی اصل اولاد ہیں جبکہ اسمٰعیل لونڈی کے بیٹے تھے۔ اسطرح وہ عرب مستعربہ کو حقیر ثابت کرتے ہیں۔ حضرت ہاجرہ اصلاً شاہی خاندان سے تھیں۔ بات صرف اتنی تھی کہ چھوٹی بیگم ہونے کے ناتے ان پر سارہ کی خدمت فرض تھی۔ اس لیئے توریت میں انہیں لونڈی یا 'امۃ' (خدمتگزار) کہا گیا ہے۔ تفصیلی مطالعہ کیلیئے ملاحظہ کیجئے: مولوی عنایت رسول، چڑیاکوٹی کا مقالہ النصوص الباہرہ فی حریۃ الھاجرہ" درسیرت احمدیہ، سرسید احمد خاں ص ۳۱۵۔

۳۔ حضرت ابراہیمؑ کے ہاجرہ کو مکہ چھوڑ آنے سے بہت پہلے جبکہ حضرت ہاجرہ بچے کی ماں نہیں بنی تھی۔، وہ ایک دفعہ سارہ کے طعنوں اور توہین آمیز سلوک سے تنگ آ کر گھر چھوڑ گئی تھیں۔ توریت میں ہے۔

"سارہ اس پر (ہاجرہ) سختی کرنے لگی اور وہ اس کے پاس سے بھاگ گئی اور وہ خداوند کے ایک فرشتے کو بیاباں میں ایک چشمہ کے پاس ملی جو کہ شور کی راہ پر ہے۔ اس نے کہا اے سارہ کی لونڈی ہاجرہ تو کہاں سے آئی ہے اور کہاں جاتی ہے۔ اس نے کہا کہ میں اپنی بی بی سارہ کے پاس سے بھاگ آئی ہوں۔ خداوند کے فرشتہ نے اس سے کہا کہ تو اپنی بی بی کے پاس لوٹ جا اور اپنے کو اس کے قبضہ میں کر دے۔ اور خداوند کے فرشتے نے کہا کہ میں تیری اولاد کو بہت بڑھاؤں گا یہاں تک کہ کثرت کے سبب اسکا شمار نہ ہو سکے گا۔ اور خداوند کے فرشتہ نے اس سے کہا کہ تو حاملہ ہے اور تیرے بیٹا ہوگا اور اس کا نام اسمٰعیل رکھنا۔ کیونکہ خدا نے تیری سن لی ہے" (پیدائش باب ۶۔۱۷:۲) واضح رہے کہ

Marfat.com

اشمع یا اسمع کا مطلب سننا ہے اور ایل کا معنی ہے اللہ۔

۴۔سلیمان ندوی، ارض القرآن ج ۲ ص ۲۸۵۔ یہ نکتہ قابل غور ہے کہ پنجاب کے علاقے میں نہری نظام سے پہلے غیر مزروعہ زمین کو ''بار'' کہا جاتا تھا۔ مثلاً ستلج کا غیر مزروعہ علاقہ، 'نیلی بار' کہلاتا تھا۔ ستلج کا پانی چونکہ گہرا نیلا تھا، اسی لیے یہ نیلی بار کے نام سے مشہور ہوا۔ نہری نظام سے پہلے راوی اور ستلج کا درمیانی علاقہ بھی بنجر اور غیر مزروعہ تھا۔ اسے باری دوآب کہا جاتا تھا۔ کاشتکاروں نے اسے چار حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔، راوی بار، بیاس بار، گنجی بار اور نیلی بار۔

۵۔توریت کی رو سے حضرت ہاجرہ جب پہلی بار گھر چھوڑ کر چلی گئی تھیں تو پھر اسمٰعیل کی پیدائش کی بشارت پا کر لوٹ آئی تھیں۔ لیکن سارہ نے پھر انہیں گھر سے نکال دیا۔ اب کی دفعہ حضرت ابراہیمؑ کی مرضی بھی اس میں شامل ہو گئی۔ اس وقت اسمٰعیل کے بعد اسحٰق کی پیدائش ہو چکی تھی۔ توریت میں ہے:

''اور جب اس کا بیٹا اسحٰق پیدا ہوا تو ابرام سو برس کا تھا۔ وہ لڑکا بڑا ہوا اور اس کا دودھ چھڑایا گیا۔ اور اسحٰق کے دودھ چھڑانے کے دن ابرام نے زبردست ضیافت کی۔ سارہ نے دیکھا کہ ہاجرہ مصری کا بیٹا جو اسکے ابرام سے ہوا تھا، ٹھٹھے مارتا ہے، تب اس نے کہا اس لونڈی کو اور اسکے بیٹے کو نکال دے کیونکہ اس لونڈی کا بیٹا میرے اضحٰق کے ساتھ وارث نہ ہوگا۔ پھر ابرام کو اپنے بیٹے کے بارے میں یہ بات بری محسوس ہوئی۔ اور خدا وند نے کہا تجھے اس لڑکے اور لونڈی کے باعث برا نہ لگے جو کچھ سارہ تجھے کہتی ہے، مان لے۔ کیونکہ اضحٰق سے تیرا نام چلے گا اور اس لونڈی کے بیٹے سے بھی میں ایک قوم پیدا کروں گا، اس لیئے کہ وہ تیری نسل

Marfat.com

ہے۔تب ابرام نے صبح سویرے اٹھ کر روٹی اور پانی کی ایک مشک لی اور اسے ہاجرہ کو دیا۔ بلکہ اسے اسکے کاندھے پر دھر دیا اور لڑکے کو بھی اس کے حوالے کر کے رخصت کر دیا۔سو وہ چلی گئی اور بئر سبع کے ویرانے میں آوارہ پھرنے لگی' (پیدائش ۱۶:۱۰)

۶۔ایک روایت کی رو سے حضرت اسمٰعیلؑ جہاں پڑے رو رہے تھے اور بھوک پیاس سے ایڑیاں رگڑ رہے تھے، وہاں سے ایک چشمہ پھوٹ پڑا تھا۔

۷۔توریت کے بیان کے مطابق 'ذبحِ عظیم' کا واقعہ حضرت اسحٰقؑ کے ساتھ پیش آیا۔ توریت میں یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ جب حضرت اسحٰقؑ کو قربان کرنے لگے تو حکم الٰہی نے انہیں روک دیا اور جب انہوں نے پلٹ کر دیکھا تو ایک مینڈھا کھڑا تھا جس کے سینگ جھاڑیوں میں پھنسے ہوئے تھے۔حضرت ابراہیمؑ نے حکم خداوندی سے اسحٰقؑ کی جگہ مینڈھے کو ذبح کر دیا اور پھر اسے جلا دیا۔لیکن قرآن حکیم اس واقعہ کو حضرت اسمٰعیلؑ کی طرف منسوب کرتا ہے اور مینڈھے کی سوختنی قربانی کا ذکر نہیں کرتا، صرف اسے ذبح کرنے کا اشارہ ملتا ہے۔مزید تشریح کیلئے دیکھیئے: حفظ الرحمٰن سیوہاروی، کتاب مذکور ج ا ص ۲۳۵۔

۸۔بخاری کی کتاب الرؤیا اور کتاب الانبیاء میں یہ طویل روایت حضرت عبداللہ عباس سے منسوب ہے۔

۹۔مزید مطالعہ کیلئے دیکھیئے: محمد حسین ہیکل، حیات محمد ص ۹۹

۱۰۔صحفِ ابراہیمؑ کا ذکر قرآن حکیم میں بھی آتا ہے (النجم:۳۶:۳۷۔الاعلیٰ:۱۹) کہا جاتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کے کئی صحیفے موجود تھے۔لیکن یہ سارے ناپید ہو گئے، سوائے ایک صحیفے کے جو کہ ۱۹۲۷ء میں لندن (Testament of Ibraham-GHBOX) کے نام سے شائع ہو

Marfat.com

ہو چکا ہے۔ دیکھئے دائرہ معاف اسلامیہ بذیل ''ابراہیم''

۱۱۔ صدیوں بعد ایسا طرز استدلال افلاطون نے اختیار کیا اور اپنے مخالفین کی زبان سے وہ کچھ کہلوایا جو وہ خود کہنا چاہتا تھا۔ مثلاً وہ پروٹاگورس کے اس نظریہ کو باطل ثابت کرنا چاہتا ہے کہ ذاتی رائے اور محسوسات علم کا درجہ رکھتے ہیں اور جو کچھ انسان محسوس کرتا ہے وہ درست ہوتا ہے۔ اس نظریہ کا رد اس نے بڑے خوبصورت انداز میں کیا ہے:

پروٹاگورس: ''جو تمہارے لیئے سچ ہے، وہ تمہارے لیے سچ ہے اور جو میرے لیے سچ ہے وہ میرے لیے سچ ہے!''

افلاطون: ''تمہارا کیا مطلب ہے کہ میری ذاتی رائے سچی ہے''

پروٹاگورس ''یقیناً میرا یہی مطلب ہے!''

افلاطون: ''لیکن میرے عزیز پروٹاگورس! میری رائے یہ ہے کہ صداقت اضافی نہیں، یہ مطلق اور معروضی حیثیت رکھتی ہے۔ مزید برآں میری رائے یہ ہے کہ تمہارا صداقت کے بارے میں یہ نظریہ کہ وہ اضافی ہے، سراسر غلط ہے اور اسکو ترک کر دینا چاہیئے۔ کیا تمہارا اب بھی یہ نظریہ ہے کہ میری رائے سچی ہے؟''

پروٹاگورس: ''ہاں! تم بالکل درست کہتے ہو!'' (مکالمہ تھیاٹیٹس)

۱۲۔ حضرت ابراہیم کی طرف منسوب ''کذبات ثلاث'' کی حقیقت جاننے کیلئے ملاحظہ کیجیے: حفظ الرحمٰن سیوہاروی، کتاب مذکور ج ۱ ص ۱۹۸۔

۱۳۔ سلمان ندوی، کتاب مذکور: ج ۲ ص ۱۸۵

۱۴۔ سرسید احمد خان، کتاب مذکور ص ۳۸۰

۱۵۔ سلمان ندوی، کتاب مذکور ج ۲ ص ۲۸۳

Marfat.com

آٹھواں باب عام الفیل

۱۔حفظ الرحمٰن سیوہاروی، کتاب مذکور ج ۳ ص ۳۶۱

۲۔ابن ہشام: ۱/ ۶۳

۳۔مولانا مودودی، تفہیم القرآن ج ۶ ص ۴۶۲

۴۔ابن ہشام: ۱/ ۷۵

۵۔مودودی، کتاب مذکور ص ۴۶۲

۶۔ابن ہشام: ۱/ ۸۰

۷۔حفظ الرحمٰن سیوہاروی، کتاب مذکور ج ۳۔۱۴/ ص ۳۶۸

۸۔ابن ہشام: ۱/ ۸۱

۹۔ان تمام مفسّرین کے نقطہائے نظر کو جنہوں نے کوشش کی ہے کہ سورہ فیل میں کوئی اچنبھایا اعجوبہ پن نظر نہ آئے، حفظ الرحمٰن سیوہاروی نے قصص القرآن میں بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے اور ایک ایک نکتہ کی تشریح کے بعد مسکت جواب دیا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے کتاب مذکور ص ۳۶۳۔

۱۰۔مزید تشریح کیلئے ملاحظہ فرمایئے ابوالاعلیٰ مودودی، کتاب مذکور ج ۶ بذیل سورہ فیل ص ۴۶۴۔

نواں باب ولادت مبارکہ

۱۔حفظ الرحمٰن سیوہاروی: ۱۲/۴

۲۔یونانیوں اور مصریوں کو زمانۂ قدیم سے ہی فنِ سنگتراشی میں کمال حاصل تھا۔

Marfat.com

جب یہاں مسیحیت کا غلبہ ہوا تو یہ ایک فطری امر تھا کہ وہ مسیحی تعلیمات کو مقامی رنگ میں رنگ دیتے۔

۳۔اس آیۂ شریفہ میں رومیوں اور ایرانیوں کی مخاصمت کا خصوصی حوالہ ہے۔ لیکن عمومی حوالہ پوری دنیا کی طرف ہے۔''ہاتھوں کی کمائی'' سے مراد وہ فسق و فجور اور ظلم و جور ہے جو شرک یا دہریت کا عقیدہ اختیار کرنے اور آخرت کو نظر انداز کر دینے سے لازماً انسانی اخلاق و کردار میں رونما ہوتا ہے۔''شاید کہ وہ باز آ جائیں۔'' کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آخرت کی سزا سے پہلے اس دنیا میں انسانوں کو ان کے تمام اعمال کا نہیں، بلکہ بعض اعمال کا برا نتیجہ اس لیے دکھاتا ہے کہ وہ حقیقت کو سمجھ سکیں اور اپنے تخیُّلات کی غلطی کو محسوس کر کے انبیاء علیہم السّلام کے پیش کردہ عقائد صالحہ کی طرف رجوع کر سکیں۔ تفہیم القرآن ۷۶۱/۳۔

۴۔سعید شیخ، مولف، ری کنسٹرکشن (انگریزی) ص ۱۱۶ (اصل انگریزی متن کا اردو ترجمہ دیا گیا ہے۔)

۵۔ایضاً

۶۔ایضاً

۷۔ابن ہشام: ۲۷/۳

۸۔شبلی نعمانی: ۵۰/۱

۹۔ایضاً ص ص ۳۸۔۳۹

۱۰۔درایت کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنی عقل کا استعمال کر کے یہ فیصلہ کرے کہ متعلقہ روایت صحیح ہو سکتی ہے یا نہیں۔ اس اصول کی تعیین بھی خود قرآن حکیم نے سورہ نور

میں کردی ہے: وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ (نور:۱۶) ''اور جب تو نے سنا تو یہ کیوں نہ کہہ دیا کہ ہم کو ایسی بات بولنا مناسب نہیں، سبحان اللہ یہ بڑا بہتان ہے۔'' اس آیت میں حضرت عائشہؓ کی عصمت مآبی کی تصدیق کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ اس الزام کو سنتے ہی اسکی تردید کر دینی چاہیئے تھی۔ اس میں روایت کے تسلسل کو قائم کرنے اور صحتِ روایت کا تعین کرنے کی ضرورت ہی نہیں۔ جیسے 'مواہب لدنیہ'' میں مندرج واقعۂ غرانیق ہے۔ سورہ نجم میں جب لاۃ، عزیٰ اور مناۃ کا ذکر آیا تو لوگوں نے مشہور کر دیا کہ حضور ﷺ کی زبان سے شیطان نے یہ فقرہ ادا کروا دیا ہے کہ ''تلك غرانيق العلى و شفا عتهن لترتجى'' (نعوذ باللہ) اور یہ سن کر کافروں اور مشرکوں نے حضور ﷺ کے ساتھ سجدہ کر دیا تھا۔ (واقعہ غرانیق کی تفصیل کیلئے ملاحظہ فرمایئے: سر سید احمد خان، خطباتِ احمدیہ، ص ۲۸۸)۔ ایسے بیانات اور روایت جو اسلام کے بدیہی اصولوں سے متصادم ہوں، انکے لیئے فنِ روایت کی ضرورت نہیں۔ انہیں اپنی عقل استعمال کرتے ہوئے رد کر دینا چاہیئے۔ اور اگر کوئی صحیح حدیث ایسی ہو جسے رد کرنا آسان نہ ہو اور اسے درایتاً صحیح تسلیم کرنا بھی ممکن نہ ہو، تو وہاں یہ قیاس کرنا چاہیئے کہ واقعہ کو سمجھنے اور اسے بیان کرنے میں کہیں کوئی غلطی ہوئی ہے۔ جیسے حضرت ابراہیمؑ کے ''کذبات ثلاث'' کے بارے میں صحیح بخاری کی حدیث ہے۔ روایت کے موضوع پر تفصیلی مطالعہ کیلئے ملاحظہ فرمایئے شبلی سیرۃ النبی ﷺ: ۶۶/۱ (مقدمہ)

۱۱۔ اسی طرح کی مزید روایات موضوعہ کے مطالعہ کیلئے ملاحظہ فرمایئے۔ طٰہٰ حسین، نقوش سیرت: ۱۹۷/۱

۱۲۔ شبلی، کتاب مذکور: ۷۶/۱

۱۳۔ مولانا غلام رسول مہر (مرتب) رسولؐ رحمت ص ۴۵

Marfat.com

۱۴۔ایضاً

۱۵۔''سحر'' کا معنی دھوکا بھی ہوتا ہے۔یہاں اس سے یہی مراد ہے۔ملاحظہ فرمایئے۔تفہیم القرآن بذیل تفسیر سورہ یوسف (آیہ نمبر ۶)

۱۶۔سرسید احمد خان، کتاب مذکور ص ۴۱۴

۱۷۔ایضاً ص ۴۳۳

۱۸۔ایضاً ص ۴۵۲

۱۹۔ابن ہشام: ۱/۲۲۸۔۲۲۹

۲۰۔شیخ عبدالمطلب نے نذر مانی تھی کہ اگر ان کے دس فرزند ہونگے تو وہ ایک کو اللہ کی راہ میں قربان کردیں گے۔عبدالمطلب نے تیروں سے فال نکالی۔تینوں دفعہ حضرت عبداللہ کا نام نکلا۔عبدالمطلب نے فیصلہ کرلیا کہ وہ عبداللہ کو قربان کردیں گے۔لیکن کاہنوں اور بعض سرداروں کے کہنے پر انہوں نے ذبح فرزند کے عوض سو اونٹ قربان کردیئے۔مزید تفصیل کیلئے دیکھئے ابن ہشام: ۱/۱۷۷

۲۱۔طٰہٰ حسین، کتاب مذکور: ۱/۲۰۴

۲۲۔دائرۂ معارف اسلامیہ: ۱۹/۱۴

۲۳۔تفہیم القرآن: ۵/۴۶۱

۲۴۔دائرۂ معارفِ اسلامیہ ۱۹/۱۲ و علامہ منصور پوری، کتاب مذکور ص ۳۵۔

دسواں باب چالیس برس

۱۔گیورگیو گونسٹن ویژریل (مترجم عبدالصمد صارم الازہری، ''محمد الرسول اللہ ﷺ''،

Marfat.com

ص ۲۲۔

۲۔سر سید احمد خاں، کتاب مذکور ص ۴۶۶

۳۔شاہ ولیؒ اللہ، حجۃ اللہ البالغہ، ص ۵۹۷

۴۔ابن ہشام: ۱/۱۸۷

۵۔محمد طفیل، مدیر، نقوش رسول نمبر: ۲۰/۲

۶۔ابن ہشام: ۱/۱۹۰

۷۔ایضاً

۸۔دائرہ معارف اسلامیہ: ۱۹/ ۲۴

۹۔ڈاکٹر محمد حمید اللہ، رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی ص ۵۹

۱۰۔دائرۂ معارف اسلامیہ: ۱۹/۲۶

۱۱۔ڈاکٹر محمد حمید اللہ، کتاب مذکور ص ۶۱

۱۲۔گیور گیو، کتاب مذکور ص ۴۰

۱۳۔بعض محققین کے نزدیک حضور ﷺ کے تین اور بعض کے نزدیک چار بیٹے پیدا ہوئے تھے۔لیکن یہ سب کے سب شیر خوارگی میں ہی فوت ہو گئے تھے۔دیکھئے محمد حسین ہیکل، کتاب مذکور ص ۱۳۹

۱۴۔حافظ ابن قیم، مترجم عبدلعزیز آفندی، ھدی الرسول اختصار زاد المعاد ص ۴۸

۱۵۔شبلی، کتاب مذکور: ۱/۱۹۲

۱۶۔ڈاکٹر محمد حمید اللہ، کتاب مذکور ص ۶۳ (نمبر ۱۵۸) اور منصور پوری، کتاب مذکور: ۱/۸۳

Marfat.com

۱۷۔ منصور پوری، کتاب مذکور ۱/ ۸۳

۱۸۔ المواہب اللدنیہ: ۱/ ۳۲۔۳۳

۱۹۔ اس موضع پر مزید مطالعہ کیلئے ملاحظہ کیجئے:

(الف) نقوش، رسول نمبر: ۱/ ۴۰

(ب) دائرۂ معارف اسلامیہ: ۱۹/ ۸۹

(ج) مسلم، شمائل نبوی

۲۰۔ ابن ہشام: ۱/ ۲۶۱

۲۱۔ حنفیوں کے بارے میں مزید معلومات کیلئے دیکھئے، مودودی، سیرت سرورِ عالم ص ۵۹۷

۲۲۔ گیورگیو، کتاب مذکور ص ۲۲

۲۳۔ شبلی، کتاب مذکور: ۱/ ۱۴۷

۲۴۔ ابن ہشام: ۱/ ۲۶۲

۲۶۔ ''ناموس'' (Namos) یونانی لفظ ہے جس کا معنی ہے، قانون اور لفظ تورات کا ترجمہ یونانی میں اسی لفظ سے کیا جاتا ہے۔ ''توریت'' (عبرانی) اور ''ناموس'' (یونانی) ہم معنی الفاظ ہیں۔ دیکھئے:

(الف) دائرۂ معارف اسلامیہ: ۱۹/ ۲۹

(ب) ڈاکٹر محمد حمید اللہ، کتاب مذکور ص ۷۹

کئی سیرت نگاروں نے ''ناموسِ اعظم'' سے مراد حضرت جبرائیل فرشتہ لی ہے۔

Marfat.com

۲۸۔ابن ہشام:۱/ ۲۶۴

۲۹۔ڈاکٹر محمد حمید اللہ، کتاب مذکور ص ۷۹

۳۰۔ایضاً ص ۸۰

۳۱۔ان آیات کے مطالب اور تشریح کیلئے ملاحظہ فرمایئے: مودودی تفہیم القرآن ج ۶ بذیل تفسیر سورہ مدثر ص ۱۴۲

۳۲۔مولانا غلام رسول مہر (مرتب)، رسولِ رحمت ص ۹۶

۳۳۔ایضاً ص ۸۹

۳۴۔ایضاً ص ۱۰۲

گیارہواں باب وحی اور صاحب وحی

۱۔مزید تشریح کیلئے ملاحظہ فرمایئے: ''لغات القرآن'' جلد چہارم مرتبہ غلام احمد پرویز ص ص ۲۱۔۲۲

۲۔مولانا سعید احمد اکبر آبادی، وحی الٰہی ۱۲۵

۳۔ایضاً

۴۔شاہ ولی اللہ ''حجۃ اللہ البالغہ'' ص ۴۴ نیز اس آیت کی دلچسپ اور فکر انگیز تشریح کیلئے ملاحظہ فرمایئے ''تفہیم القرآن'' ج ۴ ص ص ۱۳۵۔۱۳۷۔

۶۔علامہ محمد اقبال، ری کنسٹرکشن (انگریزی) ص ۱۲۔

۷۔معتزلہ عقل کو معتبر اور قابلِ اعتماد راہنما کہتے ہیں۔لہذا ان کا موقف یہ ہے کہ جہاں عقل اور وحی کے مابین تضاد نظر آئے وہاں وحی کی ایسی عقلی تاویل کرنا چاہئے جس سے تضاد ختم

Marfat.com

ہو جائے۔ روایت پسند علماء اس کے برعکس عقل کو ناکافی ذریعۂ علم قرار دیتے ہیں بلکہ ان کے نزدیک بعض حالات میں عقل گمراہ کن ثابت ہوتی ہے۔ علامہ اشعری ان دونوں انتہاؤں کے بین بین چلتے ہیں

۸۔ نعیم احمد، تاریخ فلسفۂ جدید ص ص ۱۰۱۔۱۰۲۔

۹۔ مولانا سعید احمد اکبرآبادی، کتاب مذکور، ص ۳۲

۱۰۔ شاہ ولی اللہ، کتاب مذکور، ص ۴۵

۱۱۔ اس نکتہ کی مزید تشریح کیلئے ملاحظہ کیجئے: مولانا سعید احمد اکبرآبادی، کتاب مذکور ص ۵۴ بذیل ''آنحضرت اور رویتِ باری''

۱۲۔ خلیفہ عبدالحکیم، حکمتِ رومی، ص ۹۰

۱۳۔ ایضاً ص ۸۶

۱۴۔ مولانا سعید احمد اکبرآبادی، کتاب مذکور ص ۱۵۶۔

۱۵۔ حضرت ابراہیمؑ نے جس طرح چاند، تاروں اور سورج کے طلوع وغروب سے تصورِ باری تعالیٰ کی طرف رجوع کیا ہے، وہ دراصل انہوں نے اپنی قوم کو سمجھانے کیلئے بطور ایک طریق استدلال اختیار کیا ہے۔ یہ کہنا کہ وہ خود چاند، تاروں اور سورج کے مشاہدے سے اللہ تعالیٰ کے اصل تصور کی طرف مائل ہوئے تھے، درست نہیں، انبیاء علیہم السلام کا ایقان عقلی واستقرائی براہین پر قائم نہیں ہوتا، بلکہ باری تعالیٰ سے ذاتی تعلق کی وجہ سے انہیں غیر متزلزل اور یقینی علم حاصل ہوتا ہے۔

حضرت ابراہیمؑ کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَقَدْ اٰتَيْنَآ اِبْرٰهِيْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا بِهٖ عٰلِمِيْنَ (انبیاء: ۵۱)

''اور بلاشبہ ہم نے ابراہیمؑ کو پہلے ہی سے ہدایت عطا کر رکھی تھی اور ہم بھی اس

Marfat.com

کے واقف کار ہیں۔"

یہاں یہ سوال بھی اٹھایا جا سکتا ہے کہ اگر انہیں پہلے ہی ہدایت دی جا چکی تھی تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے یہ کیوں تقاضا کیا کہ حیات بعد الموت کے بارے میں انہیں کوئی ٹھوس ثبوت دکھایا جائے۔ اس سلسلے میں ہمیں یہ سمجھ لینا چاہئے کہ حضرت ابراہیمؑ کی طبیعت میں حقائق کی کنہ اور اشیاء کی ماہیت جاننے کا ذوق وشوق بدرجۂ اتم موجود تھا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں جو کچھ حاصل ہوا اس کی بنا پر وہ "علم الیقین" کی سطح پر تھے۔ لیکن اپنے میلانِ طبع کی وجہ سے وہ "حق الیقین" کی سطح تک رسائی چاہتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے اللہ تعالیٰ سے یہ استفسار فرمایا کہ وہ کسی طرح مردوں کو زندہ کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ سے پوچھا: "کیا تم اے ابراہیم! اس بارے میں یقین وایمان نہیں رکھتے؟" حضرت ابراہیم نے فوراً کہا: "کیوں نہیں! میں بلاتوقف اس پر ایمان رکھتا ہوں، لیکن میرا یہ سوال ایمان ویقین کے خلاف نہیں، میں تو صرف یقین کی اگلی منزل یعنی حق الیقین حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ صرف اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرنا چاہتا ہوں کہ مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے کی کیفیت کیا ہوگی!" اس پر اللہ تعالیٰ نے انہیں کچھ پرندے لینے اور ان کا قیمہ کر کے مختلف ٹیلوں پر بکھیر دینے کا حکم دیا۔ پھر فرمایا کہ اب تم انہیں بلاؤ۔ ابراہیمؑ نے ایسا کیا تو وہ پرندے اڑتے ہوئے ان کے پاس پہنچ گئے۔ اس واقعہ کو قرآن حکیم میں نہایت بلیغ وجمیل انداز میں بیان کیا گیا ہے (دیکھئے سورہ بقرہ: ع ۳۵) مزید مطالعہ کیلئے ملاحظہ فرمایئے: حفظ الرحمٰن سیوہاروی، کتاب مذکور: ۲۵۲/۱۔

۱۶۔ یہاں ہمیں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ نبی ﷺ سے خدانخواستہ کوئی بڑی اجتہادی غلطی سرزد نہیں ہوئی۔ آپ ﷺ نے اپنے مزاجِ گرامی کی مناسبت سے کسی امر کو ترجیح دی، لیکن حق تعالیٰ کی طرف سے فیصلہ کسی اور طرح کا صادر ہوا۔ یہ بھی گنی چنی اور چند مثالیں ہی ہیں

Marfat.com

جن میں نبی ﷺ کو احسن سے ''احسن ترین'' فیصلے کی طرف لے جایا گیا۔اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ ان چند ایک مثالوں کے علاوہ باقی تمام معاملات میں نبی ﷺ کی اجتہادی آراء کو حق تعالیٰ کی مکمل تائید و پسندیدگی حاصل تھی۔

۱۷۔مولانا حنیف ندوی، مسئلۂ اجتہاد، ص ۱۲۶ بذیل تفسیر سورہ عبس

۱۸۔مزید مطالعہ کیلئے دیکھئے: تفہیم القرآن: ۴/ ۱۳۴

۱۹۔علامہ اقبال، کتاب مذکور (انگریزی)، ص ۱۱۰

۲۰۔مزید تشریح ملاحظہ فرمایئے: مولانا شبیر احمد عثمانی، اعجاز القرآن (سلسلۂ تقاریر)

۲۱۔علامہ اقبال، کتاب مذکور ص ص۔ ۲۱۔۲۲

بارہواں باب تیرہ برس

۱۔ابولہب کا اصل نام عبدالعزیٰ تھا۔اسے ابولہب اس لیئے کہتے تھے کہ اس کا رنگ سرخ و سفید تھا۔''لہب'' شعلے کو کہتے ہیں۔چونکہ اس کا چہرہ شعلے کی طرح دہکتا تھا اس لیئے اسے ''ابولہب'' کہا جاتا تھا جیسے ہم اردو میں سرخ چہرے والے کو ''شعلہ رو'' کہتے ہیں۔یہ آنحضرت ﷺ کا چچا تھا اور آپ ﷺ کا بدترین دشمن تھا۔حریص اور لالچی اتنا تھا کہ ایک دفعہ اس نے کعبہ کے خزانے سے سونے کا ایک ہرن چرا کر بیچ دیا۔اس نے بہت مال وزر اکٹھا کر رکھا تھا۔ایک روایت کے مطابق قریش کے ان چار متمول ترین آدمیوں میں سے تھا جن کے پاس ایک ایک قنطار سونا تھا۔ایک قنطار دو سو اوقیہ کے برابر ہوتا ہے اور ایک اوقیہ میں سوا تین تولے سونا ہوتا ہے۔ابولہب جنگِ بدر میں کفار کی طرف سے خود شریک نہ ہوا تھا۔اس نے عاص ابن ہشام کو اپنا نمائندہ بنا کر جنگ میں بھیج دیا تھا اور کہا تھا کہ تم میری

طرف سے وہاں لڑوا اور اس کے بدلے میں وہ چار ہزار درہم معاف کردوں گا جو تم نے مجھے ادا کرنے ہیں۔ اس سے اسکی خستِ طبع اور بزدلی کا اندازہ ہوتا ہے۔ جب بدر میں کفار کو شکست ہوگئی تو اس کے کچھ دنوں بعد ہی اسے چھوت کی بیماری لگ گئی۔ اسکی حالت اتنی خراب ہوگئی تھی کہ کوئی اسکے قریب نہیں پھٹکتا تھا۔ یہ ایک کوٹھڑی میں ایڑیاں رگڑ تا مر گیا۔ کوٹھڑی کی دیواروں کو اسکے اوپر ڈھا کر مٹی ڈال دی گئی۔ ایک روایت کی رو سے اسکی کوٹھڑی کو آگ لگا دی گئی تھی۔ اسطرح یہ نزولِ سورۂ لہب کے کچھ سالوں بعد ہی اپنے عبرتناک انجام کو پہنچ گیا۔

۲۔ مزید تفصیل کیلئے ملاحظہ فرمایئے، صفی الرحمٰن مبارکپوری، کتاب مذکور ص ۱۴۳۔

۳۔ دائرہ معاف اسلامیہ ۱۹/۳۱۔۲۳

۴۔ ڈاکٹر حمید اللہ، خطباتِ بہاولپور (تاریخ قرآن) ص ص ۱۳۔۱۴

۵۔ حنیف ندوی مطالعۂ حدیث ص ۶۶

۶۔ محمد حسین ہیکل، کتاب مذکور ص ۱۷۴

۷۔ منصور پوری، کتاب مذکور ج ۱ ص ۶۱

۸۔ سر سید احمد خان، کتاب مذکور ص ۱۸۵

۹۔ محمد حسین ہیکل، کتاب مذکور ص ۱۸۵

۱۰۔ ایضاً ص ۱۸۶

۱۱۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ، کتاب مذکور ص ۱۲۶

۱۲۔ دائرہ معارف اسلامیہ: ۱۹/۷۳

Marfat.com

۱۳۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ، کتاب مذکور ص ص ۱۲۹۔۱۳۰

۱۴۔ ایضاً ص ۱۲۴

۱۵۔ ایذا رسانی کے واقعات کو الگ عنوان کے تحت اس لیے بیان کیا گیا ہے کہ قریش کی شقاوت اور نبی ﷺ اور مسلمانوں کی استقامت اور صبر و تحمل کا اندازہ ہو سکے۔ ورنہ ان واقعات میں کوئی زمانی تسلسل نہیں۔ یہ پورے مکی دور میں پھیلے ہوئے ہیں۔

۱۶۔ جعفر پھلواروی، پیغمبر انسانیت، ص ۱۲۲

۱۷۔ ایضاً ص ۱۳۷

۱۸۔ صفی الرحمٰن مبارکپوری، کتاب مذکور ص ۲۲۳

۱۹۔ معراج کا واقعہ مسلمانوں کی مذہبی و علمی روایت میں مخصوص اہمیت کا حامل ہے۔ دنیا کی تمام مسلم اقوام میں معراج نامے موجود ہیں مسئلۂ معراج نے مسلمانوں کی سیاست پر بھی اثر ڈالا ہے اور اسکے جسمانی یا روحانی ہونے کے بارے میں لڑائیوں تک بھی نوبت پہنچ گئی۔ معراجِ محمدی ﷺ سے متاثر ہو کر بعض صوفیاء نے بھی اپنی سیاحتِ علوی اور مشاہدۂ تجلّیات کا ذکر کیا ہے۔ مثلاً محی الدین ابن العربیؒ نے ''فتوحات مکیہ'' میں دو افراد کو اپنا راہنما بنایا ہے جن میں ایک فلسفی ہے دوسرا عالم دین، سیرِ افلاک کے دوران ان دو افراد کی زبانی اسرار و حقائق معراج پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔ ابن عربی کا انداز مذہبی اور فلسفیانہ ہے۔ بایزید بسطامی نے بھی اپنے معراج کی کیفیات بیان کی تھیں جو کہ اپنے اندر عارفانہ اور متصوفانہ انداز لیے ہوئے تھیں، لیکن ان کے وارداتِ روحانی قلمبند نہ ہو سکے۔ اسی طرح ابوالعلا معری نے بھی اپنے ''رسالہ غفران'' میں اپنی سیرِ افلاک کا ذکر کیا ہے۔ لیکن معرّی کا بیان ادبی ہے۔ ۱۵۵۲ء میں دانتے (Dante) نے ''کامیڈیا'' لکھی جو کہ

بنیادی طور پر معراج کے بارے میں احادیثِ نبوی اور روایات وغیرہ کا چربہ ہے اور مسلم صوفیاء کا بھی اسپر اثر نمایاں طور پر محسوس ہوتا ہے۔ بعدازاں اسکی ''کامیڈیا'' کے ساتھ ''ڈیوائن'' کا لاحقہ بھی لگا دیا گیا۔ علامہ اقبالؒ کا بھی یہ ارادہ تھا کہ وہ معراج محمدی ﷺ کے اسرار وغوامض پر کوئی کتاب لکھیں گے۔ یہ شاید نثر کی کتاب ہوتی۔ لیکن ان کی شاعرانہ عبقریت نے بعدازاں اس خیال کو نظم کے روپ میں پیش کیا اور انہوں نے اسے معراج نامہ کی بجائے ''جاوید نامہ'' کا نام دیا۔ یہ آسمانی ڈرامہ دراصل اسلامی روایت کے تناظر میں ہی پیش کیا گیا ہے۔ اگر احادیث نبوی ﷺ، فتوحات مکیہ، رسالہ غفران، ڈیوائن کامیڈی اور جاوید نامہ کا تقابلی مطالعہ کیا جائے۔ تو پیغمبر صوفی، فلسفی اور شاعر کا فرق نمایاں ہو کر سامنے آتا ہے۔ مزید تفصیل کیلئے ملاحظہ کیجئے: مقالہ ''جاوید نامہ'' از چودہری در مجلہ نیرنگ خیال اقبال نمبر ستمبر اکتوبر ۱۹۳۳ء

۲۰۔ ابوالکلام آزاد، ترجمان القرآن ج ۲ ص ۲۶۴ بذیل تفسیرِ سورہ بنی اسرائیل

۲۱۔ مبارکپوری، کتاب مذکور ص ۲۳۷

۲۲۔ رویتِ باری تعالیٰ ایک اختلافی مسئلہ ہے۔ دیدارِ الٰہی مسلمانوں کے نزدیک سب سے بڑا انعام ہے جو کہ مومنین کو مل سکتا ہے۔ یہی اعمالِ صالحہ کا سب سے بڑا اجر ہے۔ اس لحاظ سے یہ ام الفضائل (Summum Bonum) ہے۔ لیکن مسلمان مفکرین کا ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ جسمانی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا جا سکتا، نہ اس دنیا میں اور نہ آخرت میں! کیونکہ اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کے سمع و بصر سے ماوراء ہے۔ اس موقف کے حامی معتزلہ ہیں۔ مشہور معتزلی ابوالہذیل کہتا ہے کہ ہم خدا کو جسم کی آنکھ سے نہیں بلکہ روح اور قلب کی ''آنکھ'' سے دیکھ سکتے ہیں۔ چنانچہ رویتِ باری کے بارے میں جو آیات قرانی ملتی ہیں، معتزلہ انہیں لغوی مفہوم میں نہیں لیتے اور نہ ہی ان احادیث کو جو رویت باری کے

بارے میں موجود ہیں، مستند مانتے ہیں۔ اس کے برعکس اشاعرہ کے نزدیک رویت باری تعالیٰ ممکن ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ہر وہ شئے دکھا سکتا ہے جو کہ موجود ہے۔ اللہ بھی موجود ہے۔ اس لیے وہ اپنے آپ کو ہمیں دکھا سکتا ہے۔ ثانیاً یہ کہ اگر ہمارے اندر دیدارِ الٰہی کی صلاحیت ہی نہیں تو اس نے ہمارے اندر یہ تمنا ہی کیوں رکھی ہے اور سب سے بڑے انعام کو ناممکن الحصول کیوں بنا دیا ہے؟ چنانچہ اشاعرہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار جنتیوں کو ضرور ہوگا جیسا کہ آیۂ شریفہ "وَجُوْہٌ یَوْمَئِذٍ نَّاضِرَۃٌ ۝ اِلٰی رَبِّھَا نَاظِرَۃٌ (۷۵:۲۲۔۲۳) سے پتہ چلتا ہے۔ مزید برآں یہ کہ اگر جنت میں مومن دیدارِ الٰہی سے فیضیاب ہو سکتے ہیں تو نبی ﷺ اس دنیا میں کیوں نہیں ہو سکتے تھے۔

۲۳۔ بعض معترضین یہاں یہ اعتراض کرتے ہیں کہ ابھی نہ تو قیامت بپا ہوئی ہے اور نہ حساب کتاب ہوا ہے، تو یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ سزا و جزا سے پہلے ہی لوگوں کو اس عمل سے گزرتے ہوئے دکھایا جائے؟

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ نبی ﷺ کو یہ تمام مناظر اللہ نے تمثیلاً دکھائے تھے۔ گناہگاروں کو جس طرح سزا ملے گی اسے ممثل کر کے آپ ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا تھا۔

۲۴۔ ابوالکلام آزاد، رسول رحمت ص ۱۶۰

۲۵۔ اوس و خزرج یثرب کے دو بڑے اور اہم قبیلے تھے۔ ایک دفعہ گھوڑ دوڑ کے مقابلے میں ایک گھوڑا دوسرے سے آگے نکل گیا۔ اس سے دونوں قبیلوں کے درمیان جنگ چھڑ گئی جو ایک سو بیس سال تک جاری رہی۔ شروع میں خزرج کا پلہ بھاری رہا، لیکن بعد ازاں انہیں بری طرح ہزیمت ہوئی۔ یہ جنگ یثرب کے قریب "بعاث" کے میدان میں لڑی گئی۔ خزرج پے در پے ناکامیوں کے بعد مکہ اس لیے آئے تھے کہ اہل قریش سے اس جنگ میں

Marfat.com

حلیف بننے کی درخواست کریں۔ اوس اور خزرج آپس کی لڑائی کے علاوہ یہود سے بھی لڑتے جھگڑتے رہے تھے۔ چنانچہ نبی ﷺ نے جب انہیں دعوتِ اسلام دی تو انہیں آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس میں اپنے تمام دکھوں اور مصیبتوں کا علاج نظر آیا۔

۲۶۔ مزید تفصیل کیلئے، جعفر پھلواری، کتاب مذکور ص ۱۵۶ تا ۱۶۰۔

۲۷۔ صفی الرحمٰن مبارکپوری، کتاب مذکور ص ۲۶۷۔

۸۲۔ ابن سعد کے بقول آنحضرت ﷺ کی ایک معمر رشتہ دار خاتون رقیقہ بنت ابی صیفی بن ہاشم نے آپ ﷺ کو قریش کی اس سازش کی اطلاع دی تھی کہ وہ یکبارگی آپ ﷺ پر قاتلانہ حملے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ (دائرہ معارف اسلامیہ: ۴۲/۱۹) ایک روایت کے حوالے سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ نبی ﷺ کو اس سازش سے جبریلؑ نے مطلع کیا تھا۔

تیرہواں باب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت

۱۔ حضرت عباسؓ اور حضرت عمرؓ کے اسلام لانے سے مسلمانوں میں بڑی تقویت پیدا ہوگئی۔ چنانچہ بعض حالات میں کفار اگر کسی مسلمان کو مارتے تو وہ بھی انہیں مارتا۔ امام جوزی نے حضرت عمرؓ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب کوئی شخص مسلمان ہو جاتا تو لوگ اس کے پیچھے پڑ جاتے۔ اسے زدوکوب کرتے تو وہ بھی انہیں مارتا۔

جب حضرت عمرؓ مسلمان ہوئے تو جمیل بن معمر جمحی نے نہایت اونچی آواز میں چلّا کر کہا کہ خطاب کا بیٹا بے دین ہوگیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ نہیں میں مسلمان ہوا ہوں۔ اس پر کئی لوگ حضرت عمرؓ پر پل پڑے۔ وہ بھی حضرت عمرؓ کو مارتے اور حضرت عمرؓ بھی انہیں مارتے رہے۔ یہاں تک کہ سورج سر پر آ گیا اور حضرت عمرؓ تھک کر بیٹھ گئے اور

کہنے لگے تم سے جو بن پڑتا ہے کرلو، اگر ہم تین سو کی تعداد میں ہوتے تو مکے میں تم رہتے یا ہم۔

بقول حضرت صہیب بن سنان رومیؓ، حضرت عمرؓ کے آنے سے گویا اسلام پردے سے باہر آ گیا، اسکی اعلانیہ دعوت دی جانے لگی، ہم حلقے لگا کر بیت اللہ کے گرد بیٹھتے اور بیت اللہ کا طواف کرتے اور جو ہم پر سختی کرتا، اس سے انتقام لیتے۔ (صحیح بخاری: ۵۴۵/۱ باب اسلام عمرؓ) لیکن ابھی مزاحمت ہی شروع ہوئی تھی۔ مسلمانوں کو باقاعدہ قتال کا حکم نہیں ملا تھا۔ جوابی کاروائیوں کے اکا دکا واقعات کے علاوہ مسلمان مجموعی طور پر مظلوم ہی تھے۔ ادھر کفار بھی انہیں قتل کرنے کی حد تک نہیں جاتے تھے کیوں اسطرح قبائلی عداوتوں کی آگ بھڑک اٹھتی۔

۲۔ متعاقبین کی آمد پر اچانک مکڑی کا جالا تان دینا اور کہیں سے کبوتروں کے جوڑے کا آ کر انڈے دینا ایک ایسا معجزہ ہے جسے مواہب لدنیہ میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ اسی روایت کی رو سے حرم کے کبوتر اسی جوڑے کی نسل سے ہیں۔ لیکن اس روایت کو یحیٰ بن معین مستند تسلیم نہیں کرتے۔ (شبلی، سیرۃ النبی ﷺ: ۲۶۳/۱) اس روایت سے انکار کا ایک محرک اسکا معجزاتی اور خارقِ عادت ہونا بھی ہے۔ لیکن اگر ہم اس کے درجہ استناد سے صرف نظر کر لیں تو ہمیں اس میں خارقِ عادت کوئی بات نظر نہیں آتی۔ ویرانے میں مکڑی کا جالا بن دینا یا کبوتروں کا انڈے دے دینا بقول مشہور مستشرق ڈوزی کوئی ایسی بات نہیں جسے مافوق العادت کہا جائے (محمد حسین ہیکل، کتاب مذکور ص ۲۵۱) مزید برآں یہ بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ مکڑی کا جالا اور کبوتروں کا گھونسلا پہلے سے ہی موجود تھا اور حضرت ابو بکرؓ اور حضرت محمد ﷺ پہلو بچا کر تھوڑی سی جگہ میں سے غار کے اندر داخل ہوئے تھے۔ جھاڑیوں میں وقتی طور پر تھوڑی بہت بے ترتیبی یا ہلچل پیدا ہوئی ہوگی۔ اس سے مکڑی کا جالا اور گھونسلا

Marfat.com

متاثر نہ ہوئے ہونگے۔ (واللہ اعلم) اس موضوع پر مزید تفصیلات کیلئے دیکھئے شبلی، کتاب مذکور ج ۳۔ بذیل معجزات)

۳۔ مولانا پھلواروی، کتاب مذکور ص ص ۱۹۲۔۱۹۳

۴۔ سلمان منصور پوری، کتاب مذکور ص ۴۷

۵۔ عسفان مکے سے مدینہ جاتے ہوئے اونٹوں کے قافلوں کی دوسری منزل ہے۔

۶۔ تمام مقاماتِ سفر کی تفصیلات کا تذکرہ یہاں ممکن نہیں۔ بیشتر مقامات کا تو آج پتہ بھی نہیں چلتا۔ تفصیلات کے لیے یاقوت کی کتاب کی طرف رجوع فرمایئے۔

۷۔ سنین وتواریخ کی اہمیت اور افادیت پر مفصل مطالعہ کیلئے ملاحظہ کیجئے البیرونی کی کتاب ''آثار الباقیہ'' جو اس نے خاص اس مقصد کیلئے تحریر کی ہے۔ مزید برآں اس موضوع پر مولانا آزاد کے افادات بھی بہت وقیع اور فکر انگیز ہیں۔ دیکھئے رسول رحمت ﷺ، باب، ہجرت اور سنہ ہجری کا آغاز، ص ۱۹۵۔

۸۔ البیرونی نے ایسے دس سنین گنوائے ہیں مثلاً سنة التمحیص، سنة الزلزال، سنة الاستیناس، وغیرہ بحوالہ رسول رحمت ﷺ ص ۱۹۸

چودھواں باب عہدِ نو کی تاسیس

۱۔ بحوالہ علامہ اقبال، ری کنسٹرکشن (انگریزی) ص ۱۱۶

۲۔ شبلی، کتاب مذکور ج ۱ ص ۲۶۷

۳۔ معارف اسلامیہ: ۲۲۹/۲۰

۴۔ صحیح بخاری ۱/۵۸۸۔۵۸۹

Marfat.com

۵۔ وادی رانونا مدینے کی ایک وادی ہے جو جبلِ عیر (جنوب) سے شروع ہو کر شمال کی طرف بڑھتی چلی گئی ہے۔ آبادی سے باہر وادیٔ بطحان آ کر اس سے ملتی ہے جو خود وادیوں سے مل کر بنی ہے۔ یہ عوالی کی جانب سے آتی ہے۔ پھر یہ آبادی کے مغربی کنارے سے گزرتی ہوئی آگے نکل جاتی ہے اور اُحد کے قریب وادیٔ تناق میں شامل ہو جاتی ہے۔ ان سب کا پانی زغابہ میں جا گرتا ہے جو مدینے سے شمال مغربی سمت میں کچھ فاصلے پر ہے۔
ابن ہشام: ۵۴۴/۱

۶۔ بعد ازاں ان حجروں کی تعداد میں اُمہات المومنین کی تعداد کی مناسبت سے اضافہ ہوتا رہا حتیٰ کہ ان کی تعداد نو ہو گئی۔

۷۔ ابن ہشام: ۵۴۸/۱

۸۔ حضرت ابوایوبؓ بڑے شریف النفس انسان تھے۔ اللہ نے میزبانِ رسول ﷺ ہونے کی وجہ سے انکا شرف بہت بڑھایا تھا۔ حضرت علیؓ کے دور میں جب ابوایوبؓ بصرہ گئے تو حضرت ابن عباس وہاں کے گورنر تھے۔ انہوں نے اپنا پورا مکان ان کے قیام کے لیے خالی کر دیا اور خود کہیں اور منتقل ہو گئے۔ جب حضرت ابوایوبؓ واپس آنے لگے تو ابن عباسؓ نے بیس ہزار اشرفیاں نذر کیں۔ امیر معاویہؓ کے دور میں جب مسلمانوں نے قسطنطنیہ پر حملہ کیا تو ابوایوبؓ بھی مجاہدین میں شامل تھے۔ قسطنطنیہ کے محاصرے کے دوران انہوں نے وفات پائی۔ انکی وصیت کے مطابق انہیں فصیل شہر کے بالکل قریب دفن کیا گیا۔ ۱۴۵۳ء میں سلطان محمد فاتح نے انکے مزار پر عالیشان مقبرہ تعمیر کروایا اور ساتھ ہی ایک وسیع وعریض مسجد بھی بنوائی۔ عثمانی سلاطین کی تخت نشینی کی رسم اس مسجد میں ادا کی جاتی تھی۔ وہ مکان جس میں رسول اللہ ﷺ ابو ایوبؓ کے مہمان رہے تھے، مغیرہ بن عبدالرحمٰن بن حارث نے ایک ہزار دینار میں خریدا اور اسے مدینے کا دارالفقراء بنا دیا۔

Marfat.com

۹۔ جعفر پھلواروی، کتاب مذکور ص ۲۲۲

۱۰۔ مثلاً ہابس، لاک اور روسو! ان کے نظریات اور اسلامی نظریہ کے تقابلی مطالعہ کیلئے ملاحظہ فرمایئے راقم کا مقالہ ''معاہدئی عمرانی اور اسلام کا تصورِ اقتدارِ اعلیٰ'' در ''فلسفہ کی ماہیت'' ص ۹۳۔

۱۱۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ، عہد نبوی میں نظامِ حکمرانی ص ۳۵

۱۲۔ معارف اسلامیہ: ۱۲۵/۱۹

۱۳۔ بقول نپولین عربوں کی جدل پسندی نے ان میں بعض اوصاف بہت پختہ کر دیئے تھے اور اس وجہ سے مسلمان بہادر اور سخت کوش قوم کی حیثیت سے ابھرے تھے۔ ملاحظہ کیجئے، ڈاکٹر محمد حمید اللہ، کتاب مذکور ص ۱۸۔

۱۴۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ معراج کے موقع پر حضور ﷺ کو اذان کا طریقہ سکھایا گیا تھا اور معراج کے دوران آپ ﷺ نے جو نماز بھی ادا کی اس کے لیئے جبریل نے اذان دی۔ دیکھئے معارف اسلامیہ: ۲۷۶/۲

۱۵۔ صفہ اور اصحابِ صفہ کے تفصیلی مطالعہ کیلئے مندرجہ ذیل مآخذ دیکھئے:۔

(الف)۔ زرقانی: ۴۷/۱۔ مصر

(ب)۔ مسند ابن حنبل: ۱۳۷/۳

(ج)۔ شبلی، کتاب مذکور: ۲۸۱/۱

پندرہواں باب نوزائیدہ شہری ریاست کا منظرنامہ

۱۔ عرب یہودیوں کی روحانیت اور علمیت سے اتنے مرعوب تھے کہ ان کے پاس جا کر اولادِ

Marfat.com

نرینہ کی منتیں مانا کرتے تھے اور یہ عہد کیا کرتے تھے کہ وہ اپنے پہلوٹھی کے بچے کو یہودی بنا دیں گے۔

۲۔مزید تفصیل کیلئے دیکھئے: تفہیم القرآن ج ا ص ۱۴۱ تا ۱۴۷

۳۔ایضاً

۴۔سلول عبداللہ بن ابی کی ماں کا نام تھا۔

۵۔تفہیم القرآن: ۱/۴۸

۶۔ابن ہشام: ۱/۴۸

۷۔منافقین اور یہود کی سازشوں کے تفصیلی مطالعہ کیلئے دیکھئے:

(الف)۔ابن ہشام: ۱/ابواب ۷۹، ۰۸، تا ۸۹

(ب)۔نعیم صدیقی، محسن انسانیت، ص ۲۲۸ تا ۳۳۸

(ج)۔محمد حسین ہیکل، کتاب مذکور، ص ۲۷۷ تا ۲۸۷

سولہواں باب دفاعی انتظامات اور سرحدی مہمّات

ا۔ابتداء میں حرمِ مدینہ کی حد چار میل (جبلِ عیر اور جبلِ سلع کے درمیان) تھیں۔فتحِ مکہ کے بعد یہ عیر اور ثور تک پھیل گئیں۔یہی وجہ ہے کہ جنگِ اُحد اور جنگ خندق میں کفار نے جب اطرافِ مدینہ میں تاخت کی، تو وہ حرمِ مدینہ کی حدود میں داخل نہ ہو سکے۔رسول اللہ ﷺ کے اس حکم سے بھی پتہ چلتا کہ حرمِ مدینہ کی حدود شروع میں چار میل تھیں کہ چار میل کے رقبے میں کھیتی باڑی نہ کی جائے۔اسطرح بقول ڈاکٹر حمید اللہ مدینہ کی ریاست دنیا کی سب سے چھوٹی ریاست تھی۔

Marfat.com

فتح مکہ کے بعد حرمِ مدینہ کی حدود کا ازسرِ نو تعین کیا گیا۔ حضور ﷺ نے حضرت کعبؓ بن مالک کے زیرِ نگرانی برجیاں تعمیر کروائیں۔ ذات الجیش، مشیرب، مخیص، خیاء، ذی العشیرہ اور قیم کے ٹیلوں پر یہ برجیاں تعمیر کروائی گئیں تھیں۔ ان میں سے ہر مقام دوسرے مقام سے بارہ میل کے فاصلے پر تھا۔ اسطرح حرمِ مدینہ کی سرحدات چار میل سے بڑھ کر بارہ میل تک ہو گئیں تھیں جو کہ جبلِ عیر سے جبلِ ثور تک ممتد تھیں۔ ان میں سے جبلِ قیم پر آنحضرت ﷺ کے تعمیر کرائے ہوئے منارے یا برجی کی باقیات اب بھی موجود ہیں۔ مزید تفصیل کیلئے ملاحظہ فرمائیے:

(الف)۔ محمد اسلم ملک، مدینہ کی قدیم تاریخ در نقوش رسول ﷺ نمبر: ۱۲/ ۴۴۳

(ب)۔ ڈاکٹر حمید اللہ، عہدِ نبوی کے میدان جنگ ص ۱۸

۲۔ غزوۂ بدر کے بعد بھی قریش نے اسی طرح کا ایک خط منافقینِ مدینہ کو لکھا تھا جس سے پتہ چلتا ہے کہ عبداللہ بن ابی بظاہر خاموش ہو گیا تھا، لیکن در پردہ قریش سے گٹھ جوڑ کرتا رہا تھا۔

۳۔ شبلی، کتاب مذکور: ۱/ ۵۲۶

۴۔ رسول اللہ ﷺ کی ابتدائی مہموں کے بارے میں یہ تاثر کہ یہ قافلے لوٹنے کے لیئے ترتیب دی جاتی تھیں اس لیے بھی غلط ہے کہ بعض منازلِ نبوی ﷺ قریش کی شاہراہِ تجارت سے قطعی مختلف سمتوں میں ہوتی تھیں اور آپ ﷺ نے وہاں قیام بھی طویل عرصے کیلئے فرمایا۔ مثلاً ودان میں آپ ﷺ کے مہموں کے اصل مقاصد تبلیغ دین اور قبائلی اتحاد سے تعلق رکھتے تھے۔ اگر یہ قافلے لوٹنے کیلئے چھاپہ مار مہمیں ہوتیں تو وہاں اتنا عرصہ قیام قطعی غیر ضروری تھا۔

Marfat.com

۵۔شبلی، کتاب مذکور:۱/۳۷۵تا۶۲۷

۶۔ سَرِیَّہ کی جمع سَرَایَا ہے۔یہ مادّہ سَرَی ، سَرِیَ و سَرُیَۃَ و سِرَایَۃَ و سِرْیاناً سے مشتق ہے جس کا معنی ہے رات کا چلنا۔اس میں خفیہ طور پر چلنے کا مفہوم بھی ہے اور ''بَعث'' بھی اسکے لیے استعمال ہوتا ہے۔

۷۔اس موضوع پر مزید تفصیل کیلئے دیکھئے: مولانا مظہر یٰسین ''عہدِ نبوی تنظیم ریاست و حکومت'' درنقوش رسول نمبر:۵/۳۶تا۳۷۷

۸۔ابن ہشام:۲/۲۵۲

سترہواں باب یومِ بدر

۱۔شبلی، کتاب مذکور:۱/۳۳۷

۲۔ابن سعد نے ابوسفیان کا یہ قول نقل کیا ہے:والله ماليكة من قريشٍ ولَا قرشية له فش" وصاعداً الّا بعث به منا۔بحوالہ شبلی، کتاب مذکورج ا ص۳۹۹۔اس سے پتہ چلتا ہے کہ قریش مسلمانوں پر بھرپور حملے کی تیاری کا فیصلہ کر چکے تھے۔

۳۔مولانا شبلی کی تحقیق کی رو سے نبی ﷺ مدینے سے قافلہ روکنے کے لیے نہیں نکلے تھے، بلکہ شروع سے ہی آپ ﷺ کا ارادہ قریش کے لشکر کا مقابلہ کرنے کا تھا۔اپنے موقف کو انہوں نے قرآنی آیات سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ملاحظہ فرمایئے شبلی کی کتاب مذکور:۱/۳۲۳ ''غزوۂ بدر پر دوبارہ نظر''

۴۔ایک روایت یہ بھی ہے کہ ان دونوں کو حضور ﷺ نے مدینے سے ہی اس مقصد کیلئے روانہ فرمایا تھا۔

Marfat.com

۵۔بعض سیرت نگاروں کا خیال ہے کہ نبی ﷺ نے عمداً لمبا اور پر پیچ راستہ اختیار کیا تھا، تا کہ ابوسفیان کے قافلے کو بچ نکلنے کا موقع مل جائے۔آپ ﷺ کا اصل مقصد قریش کے لشکر کا مقابلہ کرنا تھا۔ملاحظہ فرمایئے، جعفر پھلواردی، کتاب مذکور ص ۲۶۸۔۲۶۹۔لشکر اور قافلے کا ذکر قرآن حکیم کی سورہ انفال میں آیا ہے۔

۶۔برک الغماد، یمن کا ایک مقام ہے اور مکہ سے پانچ منزل کی مسافت پر ہے۔اس زمانے میں اسے مکے سے بعید ترین جگہ سمجھا جاتا تھا۔بعض محققین کے نزدیک یہ حبشہ کا ایک مقام ہے۔بہرحال اس سے یہاں مراد دور دراز کا مقام ہے۔

۷۔اذ انتم بالعدوۃ الدنیا وھم بالعدوۃِ القصویٰ (الانفال:۴۲)

۸۔اس ٹیلے پر بعدازاں ایک جامع مسجد تعمیر کر دی گئی جو آج تک موجود ہے اور اس کا نام ''مسجد عریش'' ہے۔

۹۔ڈاکٹر محمد حمید اللہ، عہدِ نبوی کے میدان جنگ، ص ۳۶

۱۰۔ایضاً

۱۱۔مزید تفصیل کیلئے ملاحظہ فرمایئے: شبلی، کتاب مذکور: ۱/ ص ۳۱۲۔۳۱۳

۱۲۔تفصیل کیلئے دیکھئے: تفہیم القرآن، ج ۲ بذیل تفسیر سورہ انفال ص ۱۶۱

۱۳۔جعفر پھلواردی، کتاب مذکور ص ۲۹۰

۱۴۔کیرن آرمسٹرانگ، اے بائیوگرافی آف پرافٹ محمدؐ (انگریزی) ص ۱۷۸

۱۵۔ایضاً

اٹھارہواں باب بدر سے احد تک

۱۔'عدسہ' ایک قسم کی چیچک کی بیماری ہے جس سے سارے بدن پر دانے نکل آتے ہیں۔ اسے عرب میں نہایت خطرناک اور مہلک سمجھا جاتا تھا۔ابولہب کو شہری آبادی سے دور ایک کوٹھڑی میں منتقل کر دیا گیا تھا۔یہیں وہ مر گیا اور لوگوں نے کوٹھڑی کو اس کی لاش پر گرا دیا اور اسکے اوپر پتھر ڈال دیئے۔ایک روایت کی رو اس کی کوٹھڑی کو نذرِ آتش کر دیا گیا تھا تا کہ بیماری کے جراثیم نہ پھیل سکیں۔اس طرح ابولہب اپنے عبرتناک انجام کو پہنچا۔

۲۔ابن ہشام:۲۱/۲

۳۔صفی الرحمٰن مبارکپوری، کتاب مذکور ص ۳۴۳ باب ''بدر کے بعد کی سرگرمیاں''

۴۔ابن ہشام:۲۹/۲ تا ۳۷

۵۔ایضاً ص ۲۱

۶۔ایضاً ص ۲۳

۷۔محمد حسین ہیکل، کتاب مذکور ص ۳۴۶، ۳۴۷

انیسواں باب یومِ اُحد

۱۔طبری:۳۸۶/۳

۲۔ابن ہشام:۴۳/۲

۳۔ پچاس گھوڑوں کی بات ابن قیم نے زادالمعاد:۹۲/۲ میں کی ہے۔لیکن موسیٰ بن عقبہ کے بقول مسلمانوں کے پاس سرے سے کوئی گھوڑا تھا ہی نہیں۔واقدی کہتا ہے کہ صرف دو

Marfat.com

گھوڑے تھے، ایک رسول اللہ ﷺ کے پاس اور ایک ابو بردہؓ کے پاس۔

۴۔اس میدان میں آج بھی اہل مدینہ تفریح کیلئے آتے ہیں اور تقریبات منعقد کرتے ہیں۔معارف اسلامیہ:۴۳/۲۔

۵۔تفصیلات کیلئے ملاحظہ فرمایئے: ڈاکٹر محمد حمید اللہ، عہد نبوی کے میدان جنگ ص ص ۴۶۔ ۴۷

۶۔ایضاً

۷۔ایضاً ص ۴۸

۸۔معارف اسلامیہ:۳۶/۲

۹۔صحیح بخاری:۵۷۹/۱

۱۰۔ڈاکٹر نصیر احمد ناصر، پیغمبر ﷺ اعظم وآخر ص ص ۵۱۰۔۵۱۱

۱۱۔ابنِ قمئہ نے وار کرتے ہوئے کہا: ''میں قمئہ یعنی توڑنے والے کا بیٹا ہوں''! ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تجھے توڑے!'' کہتے ہیں کہ جنگ کے بعد جب ابن قمئہ گھر واپس آیا تو ایک دن بکریاں چرانے کیلئے قریبی چراگاہ میں گیا۔اس کے ریوڑ سے ایک بکرا پہاڑی پر جا چڑھا۔ابن قمئہ اسے واپس لانے کیلئے اسکے پیچھے پہاڑی پر چڑھا۔مگر اچانک بکرے نے مشتعل ہو کر اس پر حملہ کر دیا اور ٹکریں مار مار کر اسے لہولہان کر دیا۔پھر ایک زبردست ٹکر سے اسے گہری گھاٹی میں گرا دیا۔ابن قمئہ کی کئی ہڈیاں ٹوٹ گئیں اور وہ جہنم رسید ہو گیا۔

۱۲۔یہ ایسے الفاظ تھے جو حضور ﷺ نے کبھی کسی سے نہ کہے تھے۔بعد میں سعدؓ بن ابی وقاص فخر سے بتایا کرتے تھے کہ حضور ﷺ انہیں اتنی بڑی سعادت بخشی۔

۱۳۔عرب طویل سفر کیلئے اونٹ استعمال کرتے تھے اور سرعت سے حملے کیلئے گھوڑے۔

Marfat.com

لمبے سفر کے دوران وہ گھوڑوں کو "کوتل" بنا لیتے تھے۔یعنی نہ تو ان پر سوار ہوتے تھے اور نہ ہی ان پر کسی قسم کا سامان لادتے تھے۔

۱۴۔ابن قیم نے بڑی تفصیل سے اس قرآنی تبصرے پر بحث کی ہے اور اس کے لیئے پورا ایک باب وقف کر دیا ہے۔ملاحظہ فرمایئے زادالمعاد:۲/۲۴۸ تا ۲۶۵

بیسواں باب اُحد کے اثراتِ مابعد

۱۔عرب میں یہ دستور تھا کہ عورتیں مرنے والوں کا کئی دنوں تک ماتم کیا کرتی تھیں۔ ماتم کرتے ہوئے وہ اپنے بال بکھیر لیتیں، منہ پیٹتیں، سینہ کوبی کرتیں اور دلدوز چیخیں مارتیں۔

۲۔زادالمعاد:۲/۱۰۹

۳۔ایضاً ص۱۰۹

۴۔ابن ہشام کی روایت کے مطابق یہ صحابہ چھ تھے، لیکن صحیح بخاری میں ان کی تعداد دس بتائی گئی ہے۔

۵۔ابن ہشام:۲/۱۹۱

۶۔صحیح بخاری:۲/۵۸۶

۷۔بقول واقدی حضور ﷺ کو رجیع اور معونہ کے المیوں کی خبریں ایک ہی رات ملی تھیں۔

۸۔رقاع، رقعہ کی جمع ہے جس کا معنی ہے پیوند۔ذات الرقاع کا مطلب ہے "پیوندوں والا"۔ایک روایت کے مطابق اس غزوے میں جھنڈیوں میں پیوند لگائے گئے تھے، اس لیے اسے ذات الرقاع کہا گیا۔ایک دوسری روایت یہ ہے کہ اکثر صحابہ کے پاؤں پیدل چلنے سے چھل گئے تھے، اس لیئے انہوں نے اپنے پاؤں پر رنگ برنگی پٹیاں باندھ رکھی

Marfat.com

کہیں۔ابن ہشام:۲۳۵/۲

۹۔صلوٰۃِ خوف اس لیئے ادا کی کہ خطرہ تھا کہ نماز پڑھتے ہوئے دشمن حملہ نہ کردے۔چنانچہ فوج کے ایک حصے نے پہلے دو رکعت نماز ادا کی اور دوسرا حصہ نگرانی کرتا رہا۔پھر دوسرے نے دو رکعت نماز ادا کی اور پہلا نگرانی کرتا رہا۔صلوٰۃِ خوف حالتِ جنگ میں اس طرح ادا کی جاتی ہے۔

اکیسواں باب یومِ خندق یا غزوۂ احزاب

۱۔ ۴ھ نسی یعنی لوند کا سال تھا۔اس لیئے اس میں ایک ماہ کا اضافہ ہوگیا۔ ۵ھ کا شوال ایک ماہ تاخیر سے شروع ہوا۔اسطرح اگر جنگِ اُحد کے موقع پر فصلیں تیار کھڑی تھیں جن کا کفار نے صفایا کر دیا تھا،تو ۵ھ (غزوۂ خندق کے موقع پر) فصلوں کو کٹے ہوئے کافی دیر ہو چکی تھی۔

۲۔فتح الباری، ج ۷ ص ۱۰۷

۳۔ابن سعد،طبقات:۱/ قسم اوّل ص ۴۷۔

۴۔ڈاکٹر حمید اللہ،عہد نبوی کے میدانِ جنگ،ص ۶۰

۵۔مغازی واقدی ص ۱۰۲

ابن ہشام،۶۷۱/۲

۷۔حضرت سعدؓ بن معاذ بنو قریظہ کے خاتمے تک زندہ رہے۔صحیح بخاری:۵۹۱/۲۔تفصیل آگے آئے گی۔

۸۔ابن ہشام:۲۵۶/۲

Marfat.com

۹۔ایضاً

۱۰۔رسول اللہ ﷺ اور قبیلۂ غطفان کے نمائندوں کے درمیان ہونے والی بات چیت کا یہ بیان ابن ہشام کی روایت پر مبنی ہے (ابن ہشام ۲/۲۵۷)۔لیکن محمد حسین ہیکل نے طبرانی کا حوالہ دیتے ہوئے اس واقعہ کو اس طرح لکھا ہے کہ اس سے یہ تاثر نہیں ملتا کہ مدینے کے پھلوں کا ایک تہائی دینے کے وعدہ پر غطفانیوں کو جنگ سے علیحدہ کرنے کی کوشش رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ہوئی تھی۔ ہیکل نے صراحت کے ساتھ لکھا ہے کہ محاصرے کے طول کھینچ جانے کی وجہ سے غطفانی خود پریشان ہو گئے تھے اور جنگ سے دستبردار ہو جانا چاہتے تھے۔لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ یہ بھی چاہتے تھے کہ انہیں اس انحراف کا کچھ فائدہ بھی ہو جائے۔ چنانچہ عُیَینہ اور حارث کی سربراہی میں انہوں نے مذکورہ سفارت خود رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں روانہ کی تھی۔ چونکہ مدینے کے اکثر باغات اوس اور خزرج کی ملکیت میں تھے، اس لیئے رسول اللہ نے یہ تجویز سعدؓ بن معاذ اور سعدؓ بن عبادہ کے سامنے رکھنا ضروری سمجھی۔ پھر ان اصحاب کے انکار پر رسول اللہ ﷺ نے ایک لفظ کا بھی اضافہ نہ فرمایا۔ہیکل کے بقول جو دانائی سعدَین کو گوارہ نہ تھی، اسے رسول اللہ ﷺ کیسے گوارہ کر سکتے تھے۔
دیکھیے محمد حسین ہیکل، کتاب مذکور ص ۴۲۰

۱۱۔صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوہ خندق۔

بائیسواں باب خندق اور حدیبیہ کا درمیانی وقفہ

۱۔ابن ہشام: ۲/۲۷۷

۲۔ایضاً

Marfat.com

ایضاً ص ۲۸۲

۴۔ ایضاً

۵۔ ابن حزم، جوامع السّیر ص ۲۹۳

۶۔ ابن ہشام: ۳۲۸/۲

۷۔ صحیح بخاری: ۵۷۷/۲

۸۔ بقول ابن سعد یہ شخص حضرت ابوذرؓ غفاری کا بیٹا تھا۔

۹۔ ابن ہشام: ۳۳۷/۲

۱۰۔ ابن اسحاق کا کہنا ہے کہ یہ غزوہ ۶ھ میں ہوا۔ لیکن بعض مورخین اسے ۵ھ کا بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ جنگ خندق و بنو قریظہ سے پہلے وقوع پذیر ہوا تھا۔ مولانا شبلی نے اسے ۵ھ کا ہی بتایا ہے۔

۱۱۔ ابن ہشام: ۲۵۴/۲

۱۲۔ اس زمانے میں لوگ رفعِ حاجت کیلئے باہر کھلے میدانوں یا کھیتوں میں جایا کرتے تھے۔

۱۳۔ مِسطَح بھی مہاجر تھے۔ ان کا اصل نام عوف تھا۔ واقعۂ افک کو اچھالنے میں یہ بھی منافقین کے ہم نوا تھے۔

۱۴۔ یہ کرز بن جابر الفہری وہی ہیں جنہوں نے ایک دفعہ خود مدینے کی چراگاہ پر حملہ کیا تھا۔ لیکن پھر یہ مسلمان ہو گئے تھے۔ فتحِ مکہ کے موقع پر یہ شہید ہوئے تھے۔

تیسواں باب مُعاہدۂ حُدَیبیہ

۱۔غزوۂ احزاب کے موقع پر جو مسلمان دفاعِ مدینہ پر مقرر تھے، انکی تعداد تین ہزار کے قریب تھی۔ چونکہ تمام ایسے مرد جو جنگ کر سکتے تھے، اس وقت حاضر تھے، اس لیے کہا جا سکتا ہے کہ مدینہ کے کل فوجیوں کی تعداد تقریباً تین ہزار تھی۔ اب جبکہ چودہ سو مجاہدین عمرے کیلئے روانہ ہوئے تو اس سے پتہ چلتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تقریباً نصف آبادی کو شہر کی حفاظت کیلئے پیچھے چھوڑ دیا تھا۔

۲۔ابن ہشام نے اس شخص کا نام ''بسر'' لکھا ہے۔

۳۔ابن ہشام:۳۶۱/۲

۴۔دورِ جاہلیت میں عروہ کو ایک دیت کے سلسلے میں دس جوان گائیں مطلوب تھیں جو کہ حضرت ابوبکرؓ نے اسے بطور امداد عطا کر دی تھیں۔

۵۔دورِ جاہلیت میں ایک دفعہ اہل مکہ کا ایک وفد مقوقس کے دربار میں گیا تھا۔ مغیرہ بھی اس میں شامل تھے۔ مقوقس نے مغیرہ کی بجائے ان کے ساتھیوں کی زیادہ عزت افزائی اور مدارات کی، جس کا مغیرہ کو بہت رنج ہوا۔ واپسی سفر میں نشے کی حالت میں انہوں نے اپنے ساتھیوں کو قتل کر دیا اور ان کا مال لوٹ کر حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچے اور اسلام قبول کر لیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ''مغیرہ! میں تیرا اسلام تو قبول کرتا ہوں، لیکن تیرے مال کے ساتھ میرا کوئی تعلق نہیں!'' عروہ نے مغیرہ کی طرف سے مقتولین کا خون بہا خود ہی ادا کر دیا۔

۶۔ابن ہشام:۳۷۶/۲

۷۔قرآن حکیم میں مذکور ہونے کی وجہ سے بیعت کے ساتھ ساتھ درخت بھی مشہور ہو گیا۔

Marfat.com

پھر رفتہ رفتہ اسے تقدس حاصل ہو گیا۔ حضرت عمرؓ نے اپنے دور میں اسے کٹوا دیا کہ کہیں لوگ اسے شرک کا مرکز نہ بنالیں۔ ترکوں کے زمانے میں یہاں ایک مسجد بنا دی گئی۔

۸۔ صحیح بخاری، باب الشروط فی الجہاد والمصالحۃ مع الحرب وکتابۃ الشروط۔ ص ۷۔

۹۔ رملہ بنت ابوسفیان اپنے صاحبزادی حبیبہ کے حوالے سے امّ حبیبہ کہلاتی تھیں۔ یہ مسلمان ہو کر اپنے خاوند عبیداللہ بن جحش کے ساتھ حبشہ چلی گئیں تھی۔ عبیداللہ عبداللہ بن جحش کے بھائی تھے، لیکن بعد ازاں مرتد ہو گئے، اور حبشہ میں ہی وفات پا گئے۔ حضور ﷺ کو احساس تھا کہ انکی ایک پیروکار مومنہ بیوہ ہو گئی ہیں۔ اس لیئے آپ ﷺ نے ام حبیبہؓ کو بیوگی کی بے چارگی سے بچانے کیلئے اپنے عقد میں لے لیا۔ یہ نکاح آپ ﷺ کے کہنے پر نجاشی نے خود پڑھوایا اور حضور ﷺ کی طرف سے تین سو درہم مہر بھی ادا کر دیا۔ اس نکاح سے حضور ﷺ کا ایک مقصد ابوسفیان کی تالیف قلب بھی تھا جو بیٹی کے بیوہ ہونے پر پریشان تھا۔

۱۰۔ معاہدۂ حدیبیہ کے بعد لوگ بڑی تعداد میں مسلمان ہونا شروع ہو گئے تھے۔

چوبیسواں باب حکمرانوں سے مراسلت

۱۔ بعد ازاں آپ ﷺ نے جو بھی مکتوبات تحریر کروائے ان پر یہ مہر ثبت کی جاتی تھی۔ آپ ﷺ کے بعد یہ مہر حضرت ابوبکرؓ صدیق کی تحویل میں آ گئی۔ اسکے بعد حضرت عمرؓ کے پاس رہی۔ پھر حضرت عثمانؓ کی طرف منتقل ہو گئی۔ لیکن حضرت عثمانؓ کے ہاتھ سے یہ ایک کنویں میں گر گئی اور تلاشِ بسیار کے باوجود دستیاب نہ ہو سکی۔

۲۔ اگرچہ ڈاکٹر حمیداللہ نے بڑے مضبوط دلائل کے ساتھ یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ یہ وہی خط ہے جو حضور ﷺ نے حدیبیہ کے بعد نجاشی کو بھیجا تھا، لیکن یہ درست نہیں

Marfat.com

معلوم ہوتا۔ کیونکہ پہلے خط پر اصحمہ کا نام درج ہے اور اس میں صرف نجاشی لکھا ہوا ہے۔ تفصیل کیلئے دیکھئے: صفی الرحمٰن مبارکپوری، کتاب مذکور ص ۵۶۹۔

۳۔ مقوقس نے اپنے خط میں ماریہ اور سیرین (جو کہ سگی بہنوں تھیں) کے لئے جاریتَین کا لفظ استعمال کیا ہے۔ مولانا شبلی نے اس کا ترجمہ ''دو لڑکیاں'' کیا ہے۔ لیکن جاریہ کا معنی چونکہ عربی میں لونڈی بھی ہوتا ہے، اس لئے اکثر سیرت نگاروں نے ماریہ اور سیرین کو ''دو لونڈیاں'' لکھا ہے۔ لیکن لونڈیوں کے ساتھ مقوقس کے یہ الفاظ کہ یہ مصر میں بڑی عزت رکھتی ہیں، عجیب سے لگتے ہیں۔ اس لئے مولانا شبلی لکھتے ہیں: ''یہ لونڈیاں نہ تھیں، بلکہ حضرت حاطبؓ کی تعلیم سے خدمتِ نبوی ﷺ میں پہنچنے سے پہلے مسلمان ہو چکی تھیں۔۔۔۔۔ اس لیئے آنحضرت ﷺ نے ماریہؓ سے نکاح کیا ہوگا، نہ کہ وہ لونڈی کی حیثیت سے آپ ﷺ کے حرم میں آئیں۔'' مولانا شبلی نعمانی کتاب مذکور ج ۱/۴۳۹۔

۴۔ زاد المعاد، ۳/۶۱

۵۔ ابن سعد، طبقات، ۱/۲۶۰

۶۔ بلاذری، فتوح البلدان ص ۷۹

۷۔ ڈاکٹر حمید اللہ، رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی ص ۱۶۵۔

۸۔ حارث غسانی چونکہ مسلمانوں پر حملے کی تیاری کرنے لگا تھا، اس لئے مسلمان بھی تیار رہنے لگے تھے۔ موتہ اور تبوک کی جنگیں اسی سلسلے میں پیش آئیں۔

۹۔ زاد المعاد، ۳/۶۳

۱۰۔ رسولؐ رحمت ص ۳۹۸۔ مکتوبات نبوی ﷺ کے بارے میں مزید مطالعہ کیلئے ملاحظہ فرمائیے: ڈاکٹر محمد حمید اللہ، "الوثائق السیاسته للعهد النبوی و الخلافته

Marfat.com

الرّاشدہ "بیروت ۱۹۶۷ء۔

پچیسواں باب یوم خیبر

۱۔ ''عفر'' مدینہ اور وادی الفرع کے درمیان ایک پہاڑ ہے، یہاں آپ ﷺ کے لئے ایک مسجد بھی بنائی گئی تھی۔

۲۔ صہبا مدینہ اور خیبر کے درمیان ایک مقام ہے اور خیبر سے قریب تر ہے۔

۳۔ رجیع خیبر کے قریب ایک وادی کا نام ہے۔ اسی نام کی ایک وادی اور بھی ہے جہاں آٹھ قاری دھوکے سے شہید کر دیئے گئے تھے۔

۴۔ معجم البلدان، ۲۲۹/۴ در ذکرِ رجیع

۵۔ ابن سعد، طبقات ۱۰۶/۲

۶۔ ابن الاثیر، البدایہ ۲۰۲/۴

۷۔ معارفِ اسلامیہ ۶۷/۹

۸۔ رسولِ رحمت ص ۴۰۶

۹۔ حضرت صفیہؓ کی شادی کے بارے میں کئی ایسی روایات پائی جاتی ہیں جن سے یہ تاثر ملتا ہے کہ حضور ﷺ نے انکے حسن کی تعریف سن کر انہیں اپنے لئے منتخب کیا تھا۔ لیکن شبلیؒ نے بڑی تحقیق کے بعد ثابت کیا ہے کہ صفیہؓ سے شادی کا اصل محرک یہ تھا کہ قبیلہ بنونضیر کی رئیس زادی کو ادنیٰ درجے کی کنیز بننے کی ذلت سے بچایا جائے۔ مزید برآں یہ بھی مقصود تھا کہ یہودیوں کے جذبۂ عداوت میں تخفیف کی جائے اور تبلیغ اسلام کی راہ ہموار کی جائے۔ دیکھئے شبلیؒ، کتاب مذکور ۲۵۶/۱۔

Marfat.com

۱۰۔وسق ایک اونٹ کا بوجھ ہوتا ہے جو تقریباً ساٹھ ساع کے برابر ہوتا ہے۔

۱۱۔خمس اور نے کے فرق کو سمجھنے کے لیئے دیکھئے، مولانا جعفر پھلواروی، کتاب مذکور ص ۴۴۹۔

۱۲۔دل کی بڑی رگ جس سے باقی شریانیں پھوٹتی ہیں۔

۱۳۔ابن ہشام، ۴۱۲/۲

۱۴۔بخاری، ۶۰۸

۱۵۔ایضاً

۱۶۔ایضاً ص ۲۰۸

۱۷۔شبلیؒ، کتاب مذکور ۱/ ۴۶۴۔

چھبیسواں باب ۷ھ کے مزید واقعات

۱۔واقدی ۷۵۱/۲

۲۔مندرجہ بالا سرایا کی تفصیل کیلئے یہ ماخذ دیکھئے:

(الف) مبارکپوری، ۶۲۳

(ب) معارف اسلامیہ ۱۹/ ۲۰۴ تا ۲۰۶

(ج) ابنِ سعد ۱۱۹/۲ تا ۱۲۳

۳۔ابن ہشام، ۴۳۳/۲

۴۔فتح الباری، ۵۰۰/۷

Marfat.com

۵۔ مزید تفصیلات کیلئے ملاحظہ فرمایئے: منصور پوری، کتاب مذکور ۲۳۱/۲ اور معارفِ اسلامیہ ۲۰۴/۱۹ تا ۲۰۶

ستائیسواں باب یومِ مُوتہ

۱۔ علامہ منصور پوری، کتاب مذکور ج ۲ ص ۲۷۱

۲۔ بخاری ۶۷۷/۲

۳۔ موتہ کے بارے میں اشعار کیلئے ملاحظہ فرمایئے ابن ہشام ۴۴۹/۲

۴۔ صفی الرحمٰن مبارکپوری، کتاب مذکور ص ۶۳۳

۵۔ اصح السیر ص ۲۳۸

اٹھائیسواں باب یومِ فتحِ مکہ

۱۔ ابن ہشام، ۴۶۹/۲

۲۔ ایضاً

۳۔ حضرت عباسؓ کے قبولِ اسلام کے بارے میں مورخین کی دو مختلف آرا ہیں۔ ایک گروہ کے بقول حضرت عباسؓ نے مکہ ہی میں اسلام قبول کر لیا تھا، لیکن اسے خفیہ رکھا ہوا تھا اور وہ وقتاً فوقتاً رسول اللہ ﷺ کو قریش کے منصوبوں سے آگاہ کرتے رہتے تھے۔ دوسرے گروہ کا کہنا ہے کہ وہ اس وقت مسلمان ہوئے تھے جب وہ جحفہ کے مقام پر رسول اللہ ﷺ کے لشکر سے آ کر ملے تھے۔ دیکھئے محمد حسین ہیکل، کتاب مذکور ص ۲۰

Marfat.com

۴۔ بخاری، ۲/ ۶۸۳

۵۔ رسول اللہ ﷺ نے اگر چہ سعدؓ کو ان کے عہدے سے معزول کر دیا، لیکن انصار کی قیادت انکے بیٹے کے سپرد کر دی، تا کہ سعدؓ کی سرزنش بھی ہو جائے اور انکی دلآ زاری بھی نہ ہو۔

۶۔ مکہ کی ایک گھاٹی کا نام ہے۔

۷۔ مجن' اس چھڑی یا لکڑی کو کہتے ہیں جس کی موٹھ مڑی ہوتی ہے اور عرب شتر سوار سفر کرتے ہوئے اسے ہاتھ میں رکھتے ہیں۔

۸۔ بحوالہ صفی الرحمٰن مبارک پوری، کتاب مذکور ص ۶۵۳

۹۔ ایضاً ص ۶۵۵

۱۰۔ فتح الباری ۸/ ۱۱، ۱۲

۱۱۔ رسولِ رحمت، ص ۴۴۹

۱۲۔ طبری ۳/ ۱۶۴۴ بحوالہ شبلی، کتاب مذکور ۱/ ۴۸۱

۱۳۔ بخاری بحوالہ رسول رحمت ص ۴۴۰۔ عرب میں اتنی غربت تھی کہ ہر روز گوشت کھانا عوام کے لیئے ممکن نہ تھا۔ چنانچہ جب کبھی انہیں وافر مقدار میں گوشت میسر آتا تو عرب خواتین اسے نمک لگا کر خشک کر لیتی تھیں اور کافی عرصے تک استعمال کرتی تھیں۔

۱۴۔ فلپ ہٹی، کتاب مذکور (انگریزی) ص ۱۴۶

۱۵۔ بخاری ۲/ ۶۹۳

انتیسواں باب یوم حنین

۱۔ واضح رہے کہ قریش کی طائف میں بھی املاک اور باغات وغیرہ تھے۔

Marfat.com

۲۔تفصیلات کیلئے ملاحظہ فرمایئے: طبری ۱۶۵۵/۳

۳۔البدایہ والنہایہ ۳۲۲/۴

۴۔ڈاکٹر محمد حمید اللہ عہدِ نبوی کے میدانِ جنگ ص ۸۱۔

۵۔اکثر سیرت نگاروں نے اسے مکہ اور طائف کی درمیانی مسافت بتایا ہے۔مقامِ حنین کے تعین کی تفصیلی بحث کے لیئے ملاحظہ فرمایئے: رسولِ رحمت ﷺ ص ۴۵۵، ۴۵۶۔

۶۔اس افراتفری کا نقشہ قرآنِ حکیم نے سورہ توبہ کی آیت ۲۵ میں پیش کیا ہے۔(یوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم)

۷۔ابن ہشام، ۵۸۴/۲

۸۔ابن سعد، طبقات باب ''مغازی'' ص ۱۰

۹۔ابن ہشام، ۶۰۱/۲ تا ۶۰۳

تیسواں باب ۹ھ کے اہم واقعات

۱۔ابن سعد، ۱۶۳/۳

۲۔کعبؓ بن زہیر کے قصیدے سے تحریک پا کر امام بوصیریؒ نے اپنی بیماری کی حالت میں ایک قصیدہ کہا جس پر حضور ﷺ نے انہیں خواب میں اپنی چادر عطا فرمائی۔یہ قصیدہ بھی قصیدہ بردہ کہلاتا ہے اور بہت مشہور ہے۔اس کا ورد بیماری اور مصیبت سے نجات کیلئے بڑا مؤثر سمجھا جاتا ہے۔ڈاکٹر مہر عبدالحق نے اسکا چار زبانوں فارسی، سرائیکی اور اردو (منظوم) اور انگریزی (نثر) میں کیا ہے۔دیکھئے: ڈاکٹر مہر عبدالحق ''قصیدۂ بردہ'' فاروقی کتب خانہ، سرائیکی ادبی بورڈ ملتان ۱۹۸۹ء

Marfat.com

۳۔اگر کوئی رسول اللہ ﷺ کو پہلی بار دیکھتا، تو اس پر آپ ﷺ کا رعب اور دبدبہ چھا جاتا۔ حضرت علیؓ کا قول ہے۔ ''من رٰہ بدھتہ ھابہ ومن خالطہ معرفتہ احبہ'' یعنی جو شخص بادی النظر میں حضور ﷺ کو دیکھتا وہ ہیبت زدہ ہو جاتا اور ڈرنے لگتا اور جو شخص آپ ﷺ سے متعارف ہو کر گھل مل جاتا وہ بے اختیار آپ ﷺ سے محبت کرنے لگتا۔

۴۔مزید تفصیلات کیلئے دیکھئے (۱) علامہ فضل احمد عارف، شرح قصیدہ بانت سعاد، سعید کمپنی کراچی۔اور (۲) ابن ہشام، سیرت النبی ﷺ جلد دوم باب قصیدہ بانت سعاد۔

۵۔اَلَا یَالُوْ اَلْوٌ و اٰلِیاً کا معنی ہے باز رہنا، سستی کرنا، کوتاہی کرنا۔ایلاء کا مطلب فقہ میں ہے باز رہنا، عورت کے پاس نہ جانے کی قسم کھانا۔تاج ومحیط بحوالہ پرویز لغات القرآن ۲۵/۱۱

۶۔تخییر مادّہ خ ی ر سے باب تفعیل ہے۔قرآن حکیم میں خیر کا لفظ متعدد مقامات پر آیا ہے۔اچھے اور پسندیدہ کاموں کے لیئے بھی اسے استعمال کیا گیا ہے اور اختیار وانتخاب کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔کائنات میں جو انتخاب طبعی کا عمل جاری ہے اس کے لیئے یَخْتَارُ کا لفظ آیا ہے۔(۳۶:۳۳) حضرت موسیٰؑ کے بارے میں ارشاد ہوا اَنَا اَخْتَرْتُكَ (۶۸:۲۸) یعنی ''میں نے تمہیں چن لیا ہے!'' یہاں تخییر کا معنی عورت کو حق انتخاب واختیار دینا ہے کہ وہ چاہے تو طلاق لے لے۔

۷۔بخاری میں حضرت عباسؓ کے حوالے سے ایک طویل حدیث منقول ہے جس میں حج سے واپسی کے دوران حضرت عمرؓ سے پوچھا گیا کہ وہ بیبیاں کون ہیں جن کا حوالہ سورہ تحریم میں آیا ہے۔اس پر حضرت عمرؓ نے فوراً کہا: ''حفصہؓ اور عائشہؓ''

۸۔بخاری ومسلم کی روایات سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت حفصہؓ نے حضرت عائشہؓ پر یہ راز ظاہر کیا۔لیکن فتح الباری ۳۹۹/۹ میں دیگر ازواج کے حوالے سے بھی بحث کی گئی۔

۹۔حالات ومکالمات کا یہ بیان بخاری کی ایک طویل حدیث سے ماخوذ ہے(دیکھئے بخاری تفسیر سورۂ تحریم) مسلم میں بھی یہ حدیث جزئیات کے اختلاف کے ساتھ مذکور ہے۔

۱۰۔حضرت علیؓ کو بھیجنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ خون اور مال کے معاہدوں میں عربوں کا یہ پرانا دستور تھا کہ متعلقہ شخص یا تو خود ان کے بارے میں کوئی اعلان کرتا تھا یا پھر اسکا کوئی نسبی قرابتدار اسکی جگہ اعلان کرتا تھا۔خاندان کے باہر کے کسی شخص کے اعلان کو تسلیم نہیں کیا جاتا تھا۔

اکتیسواں باب یومِ تبوک

۱۔منافقین نے حضرت علیؓ کو طعنہ دیا کہ حضور ﷺ نے انہیں ایک بوجھ سمجھ کر غزوے میں شرکت سے روک دیا ہے۔یہ سن کر حضرت علیؓ فوراً مسلح ہوئے اور حضور ﷺ کے پیچھے روانہ ہو گئے۔وہ آپ ﷺ سے مقام جرف میں جا ملے۔حضور ﷺ نے انہیں دوبارہ واپس بھیج دیا اور فرمایا: ''کیا تم اس بات پر خوش نہیں ہو کہ میرے اہل وعیال میں میری نیابت کرو؟ تم میرے لیئے اس مقام پر ہو جس مقام پر ہارونؑ موسیٰؑ کے لیئے تھے۔لیکن یہ بات ضرور ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا۔''

۲۔حجر قومِ ثمود کا مشہور شہر تھا۔ثمود کی ہدایت کیلئے حضرت صالحؑ مبعوث ہوئے تھے۔یہ شہر مدائن صالح کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔

۳۔روایت ہے کہ ابوذرؓ کو جب حضرت عثمانؓ کے زمانے میں ربذہ کے علاقے میں جلاوطن کر دیا گیا تو ان کے ساتھ بیوی اور غلام کے سوا کوئی نہ تھا۔یہیں ان کی وفات ہوگئی۔ مرنے سے پہلے انہوں نے وصیت کی کہ ان کی میت سرِ راہ رکھ دی جائے اور جو لوگ بھی سب سے پہلے ادھر سے گزریں انہیں بتایا جائے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے صحابی ابوذرؓ کی

Marfat.com

میت ہے۔ بیوی اور غلام نے ایسا ہی کیا۔ اتفاق سے عبداللہ بن مسعود عراق سے ایک قافلہ لے کر آ رہے تھے۔ قریب تھا کہ ابوذرؓ کی میت اونٹوں کے قدموں تلے روندی جاتی کہ عبداللہ بن مسعود نے اسے دیکھ لیا۔ انہوں نے سواری سے اتر کر پوچھا ''یہ کس کا جنازہ ہے؟'' غلام نے آگے بڑھ کر کہا ''یہ رسول اللہ ﷺ کے صحابی ابوذرؓ ہیں۔ آپ انکی تدفین میں ہماری مدد کریں۔'' عبداللہ بن مسعود نے یہ سن کر زار و قطار رونے لگے اور کہا: ''رسول اللہ ﷺ نے سچ فرمایا تھا کہ ابوذر! تم تنہا چلو گے، تنہا مرو گے اور حشر کے دن تنہا اُٹھائے جاؤ گے!'' پھر انہوں نے نہایت عزت کے ساتھ نمازِ جنازہ پڑھائی اور انہیں دفن کیا۔ ابن ہشام ۶۲۹/۲۔

۴۔ خطبے کے متن کیلئے دیکھئے: علامہ منصور پوری، کتاب مذکور ۱۳۱/۱

۵۔ بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ اُکیدر نے اسلام قبول کر لیا تھا، لیکن پھر مرتد ہو گیا تھا۔

۶۔ ابن ہشام ۶۳۳/۲

۷۔ مبارکپوری، کتاب مذکور ص ۶۹۷۔

۸۔ مسجد ضرار کا ذکر سورہ توبہ کی آیات ۱۰۷۔۱۱۰ میں آیا ہے۔ تفصیلات کیلئے سورہ مذکور کی تفسیر ملاحظہ فرمائیے۔

۹۔ فتح الباری ۱۱۹/۸

بتیسواں باب قبول اسلام کی ملک گیر لہر

۱۔ واخر جو اهم من جزيرة العرب

Marfat.com

۲۔سیرت شامی اور طبقات ۲۹۱/۱ بحوالہ رسول رحمت ﷺ ص ۵۵۸

۳۔زادالمعاد، باب وفود

۴۔شبلی، کتاب مذکور ۴۷/۲

۵۔ایضاً

۶۔ایضاً

۷۔فتح الباری ۹۴/۸

۸۔ایضاً ص ۸۷

۹۔زادالمعاد ۵۱۸ اور منصور پوری، کتاب مذکور ۱۸۵

تینتیسواں باب انقلاب مصطفوی ﷺ پر ایک نظر

۱۔شبلی، کتاب مذکور ۸۱/۲

۲۔ایضاً ص ۸۱

۳۔ایضاً ص ۶۳

۴۔مزید تفصیل کیلئے ملاحظہ کیجئے شبلی کتاب مذکور و مولانا مظہر یٰسین، عہد نبوی میں نظام حکومت۔

چونتیسواں باب حَجَّۃ الوداع

۱۔عن عبدالله بن شقیق قال سألت عائشه افکان یصلّی قاعداً قالت

Marfat.com

حین حطمه النّاس" ''عبداللہ بن شقیق سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ کیا نبی ﷺ بیٹھ کر نماز پڑھتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ ہاں! لیکن اس وقت جب لوگوں نے آپ ﷺ کو چور چور کر دیا ہوتا تھا۔'' ابوداؤد کتاب الصّلوٰۃ۔

۲۔ ابن ہشام ۷۴۰/۲

۳۔ مِیقات مادہ وق ت سے باب مفعال کے وزن پر اسمِ آلہ ہے۔ وقت کا اطلاق مقررہ مدت پر ہوتا ہے۔ اسے بے اندازہ زمانے کیلئے استعمال نہیں کیا جاتا۔ چنانچہ توقیت کا مطلب ہے وقت مقرر کرنا۔ استعارۃً وہ مقام ہے جہاں اکٹھے ہونے کیلئے وقت دیا جاتا ہے۔ قرآن حکیم میں ''میقات'' زمانی اور مکانی دونوں معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ (ملاحظہ فرمایئے: الاعراف: ۱۵۵، الشّعراء: ۳۸، الواقعہ: ۵۰، الدّخان: ۴۰ اور النبآء: ۱۷) مواقیت حج وہ مقامات ہیں جہاں جمع ہو کر احرام باندھے جاتے ہیں۔ ذوالحلیفہ اہلِ مدینہ اور تبوک کے راستے آنے والے شامی و مصری زائرین کیلئے میقاتِ حج مقرر کیا گیا تھا۔ دیکھئے: نقشہ حدودِ حرم و میقات حج''

۴۔ خطبۂ حجۃ الوداع کا ترجمہ مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری کی رحیق المختوم سے لیا گیا ہے۔

۵۔ فانتم مسئلون عنی فما انتم قائلون۔ صحیح مسلم و ابوداؤد۔

۶۔ ابن ماجہ، نسائی بحوالہ شبلی، کتاب مذکور ۱۵۰/۲

۷۔ 'غدیر' عربی میں تالاب کو کہتے ہیں۔

۸۔ یمن میں حضرت علیؓ سے انکے بعض ساتھیوں کا مالِ غنیمت کے معاملے پر اختلاف ہو گیا تھا۔ انہوں نے بجائے حضرت علیؓ کے موقف کو سمجھنے اور ان سے مفاہمت کرنے کے رنجش دل میں رکھی اور حضور ﷺ سے اسکی شکایت کی۔ حضور ﷺ کو حضرت علیؓ کی بصیرت اور

Marfat.com

معاملہ فہمی پر پورا اعتماد تھا۔ لہذا آپ ﷺ نے ضروری سمجھا کہ ان کے فیصلے اور موقف کی تائید فرمادیں۔ تفصیلات کیلئے دیکھئے شبلی ۱۵۶/۲۔

پینتیسواں باب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی علالت اور رحلت

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الجنائز

۲۔ ابن ہشام ۷۸۸/۲۔

۳۔ بخاری ۵۱۶/۱

۴۔ اکثر راویوں کا خیال ہے کہ یہ حضور ﷺ کا آخری خطبہ تھا۔ تاہم بعض روایات کی رو سے آپ ﷺ اسکے بعد بھی ایک مرتبہ مسجد میں تشریف لائے تھے اور لوگوں سے آپ ﷺ نے خطاب فرمایا تھا۔ اس کا ذکر آگے آئے گا۔

۵۔ بخاری ۱۷۵/۱

۶۔ شاید آپ ﷺ نے یہی مناسب سمجھا کہ آپ ﷺ کے بعد لوگ خود ہی اپنے معاملات جمہوری انداز میں طے کرلیا کریں گے۔

۷۔ حضرت میمونہؓ نے نفلی روزہ رکھا ہوا تھا۔ وہ یہ روزہ بعد میں بھی رکھ سکتی تھیں۔

۸۔ اس واقعہ کا ذکر غزوہ خیبر کے باب میں ہو چکا ہے۔

۹۔ ابن سعد، طبقات ۲۲۳/۲

۱۰۔ ایضاً

۱۱۔ 'سخ' مدینے سے کچھ دور ہی ایک مقام ہے۔

Marfat.com

۱۲۔اگر رسول اللہ ﷺ خود حضرت ابوبکرؓ کو نامزد فرماتے تو ممکن تھا کہ انصار کے دل میں خیال پیدا ہوتا کہ حضور ﷺ نے اپنی قوم کا خیال فرمایا ہے۔آنے والے مورّخ بھی شاید اس معاملے کو کسی اور زاویۂ نگاہ سے دیکھتے۔بستر مرگ پر آپ ﷺ نے جو یہ فیصلہ فرمایا کہ اس مسئلہ کو ان لوگوں پر ہی چھوڑ دیا جائے، بہترین ثابت ہوا۔ہوا وہی جو حضور ﷺ نے چاہا کہ لیکن یہ خود لوگوں کا اپنا فیصلہ تھا۔ا

Marfat.com

منتخب کتابیات

1- ابوالکلام احمد آزاد، ترجمان القرآن، دو جلدیں شیخ مبارک علی لاہور ۱۹۸۰ء

2- ابوالکلام آزاد مرتب غلام رسول مہر، رسولِ رحمت، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور ۱۹۷۰ء

3- ابوالاعلیٰ مودودی، سیرت سرورِ عالمؐ، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور ۱۹۸۰ء

4- ابوالاعلیٰ مودودی، تفہیم القرآن، (چھ جلدیں)، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور ۱۹۴۷ء

5- ابنِ ہشام، سیرت النبی کامل ترجمہ مولانا عبدالجلیل صدیقی، مولانا غلام رسول مہر، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور سنہ ندارد

6- اردو دائرہ معارف اِسلامیہ، دانش گاہ پنجاب لاہور ۱۹۶۴ء

7- ابنِ منظور، لسان العرب، بیروت ۱۹۵۶ء

8- الکتانی الشیخ عبدالحی، نظام الحکومتہ النبویہؐ، احیاء التراث الاسلامی بیروت

9- احمد بن حنبلؒ، مسند احمد، دارالمعارف مصر

10- الترمذی محمد بن عیسیٰ، جامع السنن، مطبع السعادہ مصر ۱۹۵۰ء

11- سرسید احمد خان، خطبات احمدیہ، نفیس اکیڈیمی، کراچی ۱۹۶۴ء

12- صحیح بخاری شریف، ترجمہ علامہ وحیدالزماں، جہانگیر بکڈپو، لاہور، سنہ ندارد

13- غلام احمد پرویز، لغات القرآن، ادارہ طلوع اسلام، لاہور ۱۹۹۶ء

14- ڈاکٹر طٰہٰ حسین مصری، نقوش سیرت مترجم حافظ سید رشید احمد رشید نفیس اکیڈیمی کراچی ۱۹۷۵ء

15- گونسٹن ویرژیل گیورگیو، محمد رسول اللہؐ، ترجمہ عبدالصمد صارم الازہری مکتبہ معین الادب، لاہور ۱۹۷۴ء

16- قاضی محمد سلمان منصور پوری، رحمتہ للعلمینؐ، پروگریسو بکس لاہور ۱۹۹۴ء

Marfat.com

17- مولانا عبدالماجد دریا آبادی، سیرت نبویؐ قرآنی، مکہ بکس لاہور ۱۹۸۵ء

18- مرتضیٰ احمد خان، تاریخ اقوام عالم، مجلس ترقی ادب لاہور ۱۹۵۸ء

19- مولانا اشرف علی تھانوی، حبیبؐ خدا، ایم ثناء اللہ خان پبلشرز لاہور ۱۹۴۷ء

20- ابنِ منظور، لسان العرب، طبع بیروت ۱۹۵۲ء

21- محمد حفظ الرحمٰن سیوہاروی، قصص القرآن، ادارہ اشاعت دینیات لاہور سنہ ندارد

22- محمد حسین، ہیکل، مترجم ابوتحیٰ امام خان، حیات محمدؐ، ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور ۱۹۸۷ء

23- مولانا شاہ جعفر پھلواروی، پیغمبر انسانیتؐ ادارہ ثقافتِ اسلامیہ لاہور ۱۹۹۵ء

24- مولانا سید سلمان ندوی، تاریخ ارض القرآن ادارہ اشاعت کراچی سنہ ندارد

25- مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری، الرحیق المختوم''، المکتبہ السلفیہ لاہور ۱۹۹۵ء

26- مولانا سعید احمد اکبرآبادی، وحی الٰہی، سعید احمد اکبرآبادی اکیڈیمی کراچی سنہ ندارد

27- مولانا شبیر احمد عثمانی، اعجاز القرآن (سلسلہ تقاریر) مطبع دیوبند ۱۳۴۲ء

28- ڈاکٹر محمد حمید اللہ، رسول اکرمؐ کی سیاسی زندگی، دارالاشاعت کراچی ۱۹۸۷ء

29- الجاحظ عمر بن بحر، البیان والتبیّن، دارالاستقامہ قاہرہ ۱۹۵۶ء

30- ڈاکٹر نصیر احمد ناصر، پیغمبر اعظم وآخر، فیروز سنز لاہور سنہ ندارد

31- نعیم صدیقی، محسن انسانیت، اسلامک پبلیکشنز لاہور ۱۹۹۴ء

32- پروفیسر یٰسین مظہر صدیقی، عہد نبوی کا نظام حکومتِ، الفیصل ناشران وتاجران کتب لاہور ۱۹۹۵ء

33- راغب الاصفہانی، مفردات القرآن، مکتبہ القاسمیہ لاہور

34- زرقانی، شرح المواہب الدیہ، مطبعۃ الازہریہ مصر ۱۳۲۵ھ

35- عیاض بن موسیٰ القاضی، الشفاء، مصطفےٰ البابی الحلبی مصر

36- بلاذری احمد بن یحیٰ، فتوح البلدان، مطبع الموسوعات مصر ۱۳۱۹ھ

37- زمخشری جاراللہ، الکشاف، مطبعۃ الاستقامہ مصر ۱۹۴۶ھ

38- طبقات، محمد بن سعد، مطبعۃ بریل لیڈن ۱۳۲۲ھ.

39- **Abdul Hakim Khalifa,**
The Prophet and His Message
Institute of Islamic Culture, Lahore 1972

40- **Armstrong Karen**
Muhammad-A Biography of the Prophet,
Harper San Francisco, 1992

41- **Hitti, Philip K.**
History of the Arabs.
St. Martin's Press New York, USA 1977

42- **Iqbal Allama Mohammad**
The Reconstruction of Religious Thought in Islam
Edited by: M. Saeed Sheikh
Institute of Islamic Culture, Lahore 1986

43- **Montgomery Wat**
(i) Mohammad at Mecca, (ii) Muhammad At Madina
Oxford 1953

44- **Nicholson**
A Literary History of the Arabs
(2nd Ed.) Cambridge, 1930

45- **William Muir,**
Life of Mohammad

46- **Siddiqui Abul Hameed,**
The Life of Muhammad (PBUH)
Islamic Publications (Pvt.) Ltd.
Lahore, 1995

47- **Yousaf Ali Abdullah**
The Holy Quran,
Text Translation and Commentary, 3 volumes,
Sheikh Muhammad Ashraf, Lahore.

Marfat.com

DATA ENTERED

ایامِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم

مؤلف

ڈاکٹر نعیم احمد

Marfat.com

شعبہ فلسفہ پنجاب یونیورسٹی لاہور